ہمدرد
نونہال
www.paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
SCANNED BY PAKSOCIETY

## اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد

## جاگو جگاؤ

شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

بڑے لوگ کون ہوتے ہیں؟

سچے بڑے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کو دوسرے لوگ تو بڑا کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں، لیکن وہ خود کو بڑا نہیں سمجھتے۔ خود کو بڑا سمجھنا تکبّر کہلاتا ہے۔ تکبّر بہت بڑی بُرائی ہے۔ جو آدمی تکبر میں مبتلا ہوتا ہے وہ خود ہی اپنی بڑائی کا انکار کرتا ہے، کیوں کہ بڑا وہ ہے، جس کو دوسرے بڑا کہیں۔ بڑا وہ نہیں ہے جو خود کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو چھوٹا سمجھے۔

تکبّر کے مقابلے میں اِنکسار ایک خوبی ہے۔ انکسار یا عاجزی انسان کو چھوٹا بنانے یا لوگوں کی نظروں میں گرانے کے بجائے بڑا اور عظیم بناتی ہے۔ انکسار کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بڑا ہونے کے باوجود خود کو چھوٹا سمجھے اور اپنی کسی بات یا اپنے کسی عمل سے دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ وہ دوسروں کو اپنے برابر یا اپنے سے بڑا سمجھے۔

"اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔" (غافر، آیت ۳۵)

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو تین چیزوں سے ہمیشہ بچائے رکھا۔ ایک جھگڑا، دوسرے تکبر اور تیسرے غیر ضروری اور فضول کام۔

جو شخص تکبّر کرتا ہے، وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس طرح وہ لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو اونچا نہیں کر رہا ہے، بلکہ نیچا کر رہا ہے۔ سب سے اچھا انسان وہ ہے، جو دوسرے انسانوں کی عزت کرے، ان کو حقیر نہ سمجھے۔ ہر انسان عزت کے قابل ہے اور تمام انسان برابر ہیں۔ صرف وہ لوگ بڑے اور عزت کے قابل ہیں، جو نیک ہیں اور اخلاق والے ہیں۔ ☆

(ہمدرد نونہال مارچ ۱۹۹۷ء سے لیا گیا)



## پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

ایک اچھے دوست کو کھو دینا بہت بڑا نقصان ہے

دوستو! تازہ ہمدرد نونہال پیش ہے۔ سب سے آخر میں جو تحریر لکھتا ہوں، اس کا عنوان ہوتا ہے پہلی بات۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ کا دل چاہے تو آپ بھی پہلی بات سب سے آخر میں پڑھیں، مگر اسے یکم اپریل کی بات نہ سمجھنا۔ یہ "اپریل فول" اپنا نہیں ہے، غیروں کا ہے، تو ہم کیوں اس سے کھیلیں۔ توبہ توبہ، کبھی بے وقوف نہ بننا۔ دوسروں کو بے وقوف بنانے کی کوشش اصل میں اپنے آپ کو بے وقوف بنانا ہوتا ہے۔ سمجھ لو یہ بات۔

علامہ اقبال ہمارے محسن تھے۔ عظیم شاعر تھے۔ مفکر تھے۔ سچے سیدھے انسان تھے۔ ایسے لوگ کم ہی پیدا ہوتے ہیں، لیکن مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ نے چاہا تو ایسے، بلکہ زیادہ اچھے لوگ پیدا ہوں گے اور وہ میرے نونہال دوستوں میں سے ہوں گے۔

اچھا دوستو! ایک کام کی بات یہ ہے کہ ہمیں جو تحریر بھیجیں وہ کاغذ کے صرف ایک طرف لکھا کریں، کاغذ کے دونوں طرف نہ لکھیں۔ قلم سے لکھیں، پنسل سے نہ لکھیں۔

اپنی تحریر کے شروع میں اپنا نام صاف صاف لکھیں۔ نام کے ساتھ شہر یا جگہ کا نام بھی لکھیں۔ تحریر کے آخر میں پورا پتا بھی لکھیں۔ بعض دوست تحریر میں اپنے نام کے ساتھ جگہ کا نام نہیں لکھتے۔

کچھ اور لکھوں؟ بس اتنا بہت ہے۔ خدا حافظ۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

# روشن خیالات

### حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جب تم اپنے مسلمان بھائی سے ملو تو پہلے اسے سلام کرو۔

مرسلہ : عریشہ نوید، کراچی

### حضرت فاطمہؓ

قناعت وہ سرمایہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

مرسلہ : نوید احمد فرید، کراچی

### حضرت عمر فاروقؓ

فتح اُمید سے نہیں، خدا پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔

مرسلہ : ناجیہ ثاقب، پنڈ دادن خان

### امام غزالیؒ

غصہ شمع انسانیت کو بجھا دیتا ہے۔

مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

### مولانا محمد علی جوہر

جس دل میں انسانی ہمدردی ہو، وہ کبھی تنہا نہیں ہو سکتا۔

مرسلہ : سید باذل علی ہاشمی، کورنگی

### شہید حکیم محمد سعید

زندگی میں جب عیش و عشرت کی اہمیت بڑھ جائے تو فتح و نصرت دور ہو جاتی ہے۔

مرسلہ : اعجاز احمد، لاہور

### بقراط

اپنی خامیوں کا احساس ہی انسان کی کامیابی کی کنجی ہے۔ مرسلہ : دوست محمد، جعفر آباد

### کنفیوشس

اگر آپ مستقبل کی پیش گوئی کرنا چاہتے ہیں تو ماضی کا مطالعہ کریں۔ مرسلہ: روبینہ ناز، کراچی

### کارلائل

آپ خود کو دیانت دار بنانے کے بعد یقین کرلیں کہ دنیا میں ایک بے ایمان کی کمی ہوگئی ہے۔

مرسلہ : شمائم عمران، نارتھ کراچی

### نپولین بونا پارٹ

جب عقل بڑھ جاتی ہے تو باتیں خود بخود کم ہو جاتی ہیں۔ مرسلہ : سعدیہ گل محمد روشن، کراچی



# حمدِ باری تعالیٰ

محمد مشتاق حسین قادری

ہر بندہ کہہ رہا ہے سب سے بڑا خدا ہے
پھولوں کی بھی صدا ہے سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے

شمس و قمر کو دیکھو شجر و حجر کو پرکھو
وہ لائقِ ثنا ہے سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے

ہر چیز نے اُسی کے "کُن" سے قرار پایا
قرآن نے کہا ہے سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے

مشتاقؔ پہ کرم ہے ربِّ کریم کا تو
اس کی یہی ثنا ہے سب سے بڑا خدا ہے
سب سے بڑا خدا ہے

# آفتابِ ہدایت

محمد عبداللہ

کہتے ہیں کہ "کتاب انسان کی بہترین دوست ہوتی ہے۔" دنیا کے کونے کونے میں کتابیں لکھنے اور پڑھنے والے اب بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ کتاب لکھنے والے اپنی دلی کیفیات اور اپنے خیالات کو بڑی ہی خوب صورتی سے کتاب کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ آج بھی دنیا بھر کے لوگوں میں کتابیں پڑھنے کا شوق موجود ہے۔

ہر مصنف اپنی کتاب کو اپنے ہی رنگ میں ترتیب دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل ہر طرح کی کتاب پڑھنے کو ملتی ہے، لیکن یہاں جس کتاب کا ذکر کیا جارہا ہے، وہ ان سب سے الگ ہے۔ اس کتاب میں زندگی کا ہر اہم پہلو موجود ہے۔ یہ کتاب ہر انسان کے لیے "ہدایت کا آفتاب" ہے اور کائنات کے آغاز سے قیامت تک کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ جی ہاں، یہ اللہ کی کتاب ہے، جس کی ذات سب سے بلند ہے اور ہمیں اللہ کے اس کلام میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب یعنی قرآن مجید اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہم تک پہنچائی۔

اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اس کتاب میں زندگی کا ہر وہ پہلو موجود ہے، جسے انسان اپنی بھلائی کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ہر وہ بات جس پر اس کا بندہ اُلجھ سکتا ہو، کُھل کر بیان کردی ہے۔ جس طرح ایک بچے کے بگڑنے یا سنورنے میں والدین کی تربیت کا ہاتھ ہوتا ہے، اسی طرح اسے آخرت میں اصل کام یابی حاصل کرنے کے لیے جس آفتابِ ہدایت کا سہارا لینا پڑتا ہے وہ قرآن مجید



ہے۔ یہی وہ کتاب ہے، جس نے انسانیت کو جہالت کے اندھیرے سے نکالا، جس نے لوگوں کے دلوں میں اس حد تک پیار بڑھادیا کہ وہ ایک دوسرے کو سگا بھائی سمجھنے لگے۔ یہی وہ کتاب ہے، جس نے لوگوں کے دلوں کو ایمان کی روشنی عطا کی۔ یہی وہ کتاب ہے، جس نے ہمیں سارے جہاں کا علم سکھایا اور یہی وہ پاک کتاب ہے، جس نے ہمیں اللہ کی واحد ذات کے موجود ہونے کا یقین دلایا، غرض ہر طرح کا علم اس پاک کتاب میں سمودیا گیا ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ہم نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور اپنے لیے اس بات کو ہی فخر کا باعث سمجھا ہے کہ ہم اسے عربی میں پڑھ لیتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے لیے کافی ہے؟ عربی پڑھنا بے شک بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر پڑھی ہوئی بات کا مطلب ہماری سمجھ میں نہ آئے تو ہم کیسے اس پر عمل کریں گے، جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہمارے لیے اور ہماری آنے والی نسلوں کے لیے بھلائی کا سبق ہے اور اس کے مقاصد اور تعلیمات کو حاصل کرکے ہی ہم کام یاب ہوسکتے ہیں۔

آج اگر ہم مغربی دنیا میں جائیں تو ہر طرف ترقی ہی ترقی ہے۔ حال آں کہ وہاں کے رہنے والے بیشتر لوگ غیر مسلم ہیں، لیکن انھوں نے ایمان نہ رکھنے کے باوجود اسلام کے بہت سے اصولوں کو اپنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ ہم سے کہیں آگے ہیں۔

بے شک ہم مسلمان ہیں، لیکن وہ کام جو ہمیں کرنا چاہیے تھے، وہ آج کافر کررہے ہیں۔ اب بھی کوشش، محنت اور سچی لگن کے ساتھ ساتھ اگر سچا ایمان ہماری روحوں میں جذب ہوجائے تو ہم کیا کچھ نہیں کرسکتے۔ بس عمل کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

# علم بادشاہ ہے

مسعود احمد برکاتی

دولت خرچ کرنے سے گھٹتی ہے۔ کیا کوئی ایسی دولت بھی ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے؟ جی ہاں، دنیا میں ایک دولت ایسی بھی ہے جس کو خرچ کرو تو وہ بڑھتی ہے۔ جتنا زیادہ خرچ کرو گے اتنی ہی بڑھے گی، اتنی ہی پھیلے گی۔ اس دولت کا نام کیا ہے؟ اس دولت کا نام علم ہے۔

علم کے خزانے میں سے جتنا خرچ کرو گے یہ خزانہ اتنا ہی بڑھے گا۔ خرچ کرنے کا مطلب ہے کوئی چیز دوسروں کو دینا، چاہے وہ قیمت لے کر دی جائے یا مفت دی جائے۔ جب ہم کوئی چیز دوسروں کو دے دیتے ہیں تو ہمارے پاس نہیں رہتی، لیکن علم ہی ایک ایسی چیز ہے، جو کسی کو دے دینے کے بعد بھی ہمارے پاس رہتی ہے، بلکہ وہ ہمارے پاس اور زیادہ محفوظ ہو جاتی ہے۔

علم ایک ایسا خزانہ ہے جس کو محفوظ کرنے کے لیے کسی تالے کُنجی کی ضرورت نہیں۔ اس خزانے کی کُنجی کسی کو بھی دے سکتے ہو، جو چاہے اس سے جتنی دولت لے لے، تمھارا خزانہ محفوظ رہے گا۔ یہ خزانہ کبھی خالی نہیں ہوتا۔ ہاں، اگر اسے خرچ نہ کرو گے تو یہ تمھارے ذہن کو پریشان کرے گا۔ جو لوگ اپنے علم کے خزانے کو قفل لگا کر رکھتے ہیں، اُن کو نہیں معلوم کہ وہ اپنا خزانہ خالی کر رہے ہیں۔ علم کے خزانے کو بند کر دو تو اس میں دیمک لگنے لگتی ہے اور وہ تمھارے بھی کام کا نہیں رہتا۔

جو شخص دوسروں کو سکھاتا ہے، وہ خود بھی سیکھتا ہے۔ تم کسی کو ایک لفظ سکھاؤ گے تو دو لفظ خود بھی سیکھو گے۔ اگر تم اپنے علم کو چھپاؤ گے تو یہ تم سے بھی چھپ جائے گا، بلکہ چھن جائے گا۔

علم گھٹتا ہے یا بڑھتا ہے۔ ایک حالت پر کبھی قائم نہیں رہتا۔ یہ سمجھنا غلط ہے کہ تم نے جو کچھ سیکھ لیا، وہ ہمیشہ کے لیے تمھارا ہو گیا۔ علم کہتا ہے کہ مجھ سے کام لو۔ اگر کام نہ لو گے تو میں رُوٹھ جاؤں گا۔ اس دوست سے دوستی قائم رکھنے کے لیے تمھیں اس سے ملتے جلتے رہنا چاہیے۔ اگر کسی دوست سے ملنا جلنا بند کر دو تو دوستی ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ ملتے جلتے رہو تو دوستی میں گرمی باقی رہتی ہے، تازگی آتی رہتی ہے اور دوست ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں۔ علم بھی تمھارا دوست ہے۔ اس سے ملتے رہو گے تو اس میں تازگی اور توانائی آتی رہے گی۔ ملنا چھوڑ دو گے تو تم اس کو بھول جاؤ گے اور یہ تمھیں بھول جائے گا۔

علم ایک ایسا دوست ہے جو اپنے ذکر سے خوش ہوتا ہے۔ اس کا جتنا زیادہ ذکر کرو گے اتنا ہی خوش ہو کر تمھارے قریب آئے گا۔ تمھیں جتنا علم بھی آتا ہے، اس کو دوسروں تک پہنچاؤ۔ دوسروں تک پہنچانے کے لیے تم اس کا ذکر کرو گے، جو کچھ تمھیں آتا ہے، اس کو دہراؤ گے۔ زبانی دہراؤ یا لکھ کر دہراؤ، کسی طرح بھی دہراؤ۔ اس کی یاد تازہ ہو گی اور وہ تمھارے دماغ سے محو نہ ہو گا، تمھارے دل سے نہ نکلے گا۔

علم سے تعلق برقرار رکھو تو اس سے محبت بڑھتی ہے۔ وہ بھی تم سے مانوس ہو جاتا ہے اور تمھیں نئی نئی چیزیں لا کر دیتا ہے۔ تمھارے لیے آسان سے آسان تر ہوتا جاتا ہے۔ تمھیں اس کی صحبت میں مزہ آنے لگتا ہے اور وہ نئی نئی باتیں تمھیں بتانے لگتا ہے۔ تمھاری عزت میں اضافہ کرتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ علم سے تعلق نہ توڑو۔ اس سے کبھی منھ نہ موڑو۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھو۔ علم بادشاہ ہے، اس لیے وہ کسی دوسرے کی بادشاہی قبول نہیں کرتا۔ اگر تمھیں اس تک پہنچنا ہے تو عام راستے سے ہی جانا پڑے گا۔ کوئی خاص راستہ تمھیں علم تک نہیں لے جائے گا۔ علم تک پہنچنے کے لیے کوئی شاہی راستہ نہیں ہے۔ ہاں عام راستے پر چل کر، جو محنت اور لگن کا راستہ ہے، جب تم علم تک پہنچ جاؤ گے تو پھر تم خود شاہوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

علم شاہوں اور شہزادوں کو دوست نہیں رکھتا، لیکن اپنے دوستوں کو شاہ اور شاہ زادہ بنا دیتا ہے۔

☆

## معلوماتی باتیں

☆ قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے بانی عام تاجر کے فرزند تھے۔

☆ مشہور ایرانی بادشاہ نادر شاہ ایک گڈریے کے بیٹے تھے۔

☆ امریکا کے صدر ابراہم لنکن غریب کسان کے بیٹے تھے۔

☆ ایک عظیم فلسفی، سقراط معمار کا بیٹا تھا۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا موجد ایڈیسن ایک اخبار فروش تھا۔

☆ امریکا دریافت کرنے والا کولمبس ایک چرواہے کا بیٹا تھا۔

مرسلہ : عائشہ محمد طاہر قریشی، نواب شاہ



# اپنا شاعر ہے اقبال

غنی دہلوی

اپنا شاعر ہے اقبال
جس کے زرّیں ہیں اقوال

آزادی کی شمع جلائی
قوم کو جس نے راہ دکھائی
قوم کی قسمت جس نے جگائی

اپنا شاعر ہے اقبال
جس کے زرّیں ہیں اقوال

نغمے تم اقبال کے، بچّو!
کاغذ پر تم، خوشخط لکھو
مل کر گاؤ، مل کر بولو

اپنا شاعر ہے اقبال
جس کے زرّیں ہیں اقوال

کتنے میٹھے اُس کے بول
کتنے سچّے اُس کے قول
جس کے نغمے ہیں انمول

اپنا شاعر ہے اقبال
جس کے زرّیں ہیں اقوال

قوم و وطن کا ہے مقدور
جو ہے اس دھرتی کا نُور
ساری دنیا میں مشہور

اپنا شاعر ہے اقبال
جس کے زرّیں ہیں اقوال

# آسیبی سائیکل

عبدالرؤف تاجور

صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر دادا جان اپنے کمرے میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے کہ ان کا پوتا حمزہ آیا اور ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ دادا جان نے حیرت سے اسے دیکھا، لیکن خاموش رہے۔ سمجھ گئے کہ کوئی خاص بات ہے جو حضرت صبح صبح یوں منھ لٹکائے تشریف لائے ہیں، ورنہ ان کے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہوتا تھا کہ دادا جان کے پاس آ کر بیٹھتے۔

''دد...... دادا جان...... مم...... میں۔'' حمزہ کے لہجے سے گھبراہٹ ظاہر ہو رہی تھی، جیسے کچھ کہنا چاہ رہا ہو، لیکن مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں یا سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ بات کی ابتدا کیسے کرے۔

''کہتے رہیے، ہم سن رہے ہیں۔'' دادا جان کا چہرہ ابھی تک اخبار کے پیچھے تھا۔

''مم...... میں...... سائیکل آپ کو واپس کرنے آیا ہوں۔''

دادا جان نے اخبار تہ کر کے سینٹر ٹیبل پر رکھا اور پھر آنکھوں کو ملتے ہوئے حیرت سے پوچھا: ''کیوں بھئی خیریت؟ کیا اب آپ کو موٹر سائیکل چاہیے۔''

''نہیں دادا جان! اب مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ بس یہ منحوس سائیکل آپ واپس لے لیجیے۔ آیندہ میں اسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کروں گا۔''

''آخر بات کیا ہوئی کہ آپ یوں اپنی نئی سائیکل سے بیزار ہو گئے ہیں۔ ابھی دس بارہ دن پہلے تو آپ نے اسی سائیکل کے لیے گھر میں طوفان کھڑا کر دیا تھا۔''

''یہ سائیکل آسیب زدہ ہے دادا جان! جب سے آپ نے یہ خرید کر دی ہے، میں مسلسل اس آسیب کی شرارتوں کا شکار ہو رہا ہوں۔ تنگ آ گیا ہوں اس منحوس سائیکل سے۔''

دادا جان نے مصنوعی کھانسی کی آڑ میں بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی اور بولے: ''واہ! کیا حیرت ناک بات ہے۔ ذرا تفصیل سے کچھ بتایئے کہ آپ اس نتیجے پر کیسے پہنچے۔ اتنی عمر ہونے کو آئی، لیکن آج تک نہیں سنا کہ کوئی آسیب کسی سائیکل پر سوار ہو گیا ہو۔''

حمزہ نے کہا: ''پچھلے دس بارہ دنوں میں مجھ پر جو کچھ بیت چکی ہے اسے چھوڑ کر آپ کو کل کی بات بتاتا ہوں۔''

دادا جان نے ٹھنڈی سانس لی: ''سنایئے صاحب! ہم نہایت غور سے سنیں گے۔''

''میں اپنے دوست کے گھر جا رہا تھا۔ ابھی گھر سے دو فرلانگ دور تھا کہ مجھے ایسا لگا کہ جیسے سائیکل پر میرے پیچھے کوئی بیٹھا ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو میری روح فنا ہو گئی۔ میرے پیچھے سچ مچ ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، لیکن اس کا سر کالے رنگ کے بکرے کا تھا، جو اپنی زبان سے میرا دایاں کان پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''سر کالے رنگ کے بکرے کا تھا؟'' دادا جان حیرت سے اُچھل پڑے اور پھر مصنوعی کھانسی کھانسنے لگے۔ ''یعنی سچ مچ کالے رنگ کے بکرے کا؟ مگر میاں! آپ کی سائیکل میں تو کیریئر لگا ہوا نہیں ہے، پھر وہ آدمی نما بکرا آپ کے پیچھے بیٹھا کیسے ہو گا؟''

''پتا نہیں دادا جان! میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' حمزہ نے بیزاری سے کہا: ''بس یہ منظر دیکھتے ہی میری چیخ نکل گئی اور میں نے سائیکل فٹ پاتھ پر چڑھا دی، جس کی وجہ سے ایک بڑے میاں کو ٹکر مارتا ہوا دور تک لُڑھکتا چلا گیا۔ بڑے میاں نے



گرتے ہی ایسا واویلا شروع کر دیا کہ میں گھبرا گیا۔ پہلا خیال ذہن میں یہی آیا کہ مجھے فوراً یہاں سے بھاگ جانا چاہیے، ورنہ اگر لوگ جمع ہو گئے تو بُری طرح پٹائی ہو گی۔ بس اپنے زخموں کی پروا نہ کرتے ہوئے میں نے سائیکل اُٹھائی اور تیزی سے روانہ ہو گیا۔ پیچھے سے بڑے میاں کے چیخنے چلّانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اپنے دوست کے گھر کے قریب پہنچ کر میں نے جامع مسجد کے وضو خانے میں اپنا حلیہ درست کیا۔ دونوں کُہنیاں بُری طرح چھل چکی تھیں میں نے فوراً قریبی میڈیکل اسٹور سے زخم کے لیے پٹیاں خریدیں اور زخموں پر چپکا دیں۔ یہ دیکھیے۔'' اتنا کہہ کر حمزہ نے دونوں آستینیں اُٹھا کر کُہنیاں دکھلائیں جن پر متعدد پٹیاں چپکی ہوئی تھیں، لیکن خراش کا کوئی نشان نہیں تھا۔

''پھر آگے کیا ہوا'' دادا جان نے لقمہ دیا۔ ایسا لگا کہ جیسے انھیں کہانی میں بڑا مزہ

ارہا ہے۔

''اس کے بعد میں سال گرہ کی تقریب میں شریک ہوا اور کھا پی کر چلنے لگا تو پتا چلا کہ میری سائیکل غائب ہو چکی ہے۔''

''غائب ہو چکی ہے، یعنی چوری ہو چکی ہے۔'' دادا جان ایک بار پھر حیرت سے اُچھل پڑے: ''یعنی آپ کی نئی سائیکل پر کسی چور نے ہاتھ صاف کر دیا؟ حیرت ہے میاں حمزہ! سخت حیرت ہے۔ آخر اس نابنجار آسیب نے چور کو روکا کیوں نہیں۔ وہ چاہتا تو اسے اُٹھا کر پٹخ سکتا تھا یا آدمی نما بکرا بن کر اسے ڈرا کر بھاگنے پر مجبور کر سکتا تھا، خیر جو ہوا سو ہوا، اب آپ یہ بتایئے کہ جب سائیکل چوری ہو چکی ہے تو ہمیں واپس کیا کرنے آئے ہیں؟''

حمزہ نے بے بس نگاہوں سے دادا جان کو دیکھا: ''جب ڈیڑھ دو گھنٹے تک اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کرنے کے باوجود سائیکل کا کچھ پتا نہ چلا تو میں مایوس ہو کر بس میں بیٹھ کر گھر واپس آ گیا۔ دیکھا تو سائیکل گھر کے اندر باؤنڈری وال کے ساتھ کھڑی ہے۔''

دادا جان نے ایک بار پھر حیرت کا اظہار کیا: ''کک ...... کیا کہا آپ جب گھر پہنچے تو سائیکل آپ کو گھر کے اندر کھڑی مل گئی۔ واہ! کیا پُراسرار کہانی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائیکل چور کو کیا پتا کہ آپ کا گھر کہاں ہے اور پھر جب سائیکل چُرا کر اطمینان سے فرار ہو چکا تھا تو پھر اسے واپس کرنے کی بات کچھ بے تُکی سے لگتی ہے۔ لگتا ہے یہ اسی آسیب کا کام ہے۔ اسی نے کسی طرح چور کو مجبور کیا ہو گا کہ سائیکل واپس کر دے۔ کیا آپ نے گھر میں کسی سے پوچھا کہ سائیکل لے کر کون آیا تھا؟''

''جی ہاں پوچھا تھا۔'' حمزہ نے مریل سی آواز میں کہا: ''امی نے بتایا کہ میں



خود لے کر آیا تھا اور دیوار کے سہارے کھڑی کر کے فوراً باہر نکل گیا تھا کہ ایک دوست سے مل کر تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ امی کو اس بات پر حیرت تھی کہ میں یہ بے تکا سوال کیوں پوچھ رہا ہوں۔''

''بات بڑی پُراسرار ہوتی جا رہی ہے میاں حمزہ!'' دادا جان کے لہجے سے دبا دبا جوش ظاہر ہو رہا تھا: ''یعنی کہ ...... یعنی کہ ایک حمزہ صاحب جو بس میں بیٹھے اپنے گھر کی طرف رواں دواں تھے اور ان کا ایک ہم شکل اسی وقت گھر میں داخل ہو کر سائیکل کو دیوار کے ساتھ کھڑی کر رہا تھا اور کمال دیکھیے کہ آپ کی امی کو ذرا بھی احساس نہیں ہوا کہ یہ اصل حمزہ نہیں اس کا ہم شکل ہے۔ واہ وا! بالکل طلسم ہوشربا کا مزہ آ گیا۔ خیر صاحب! ہم کوئی کامل تو ہیں نہیں کہ سائیکل کے آسیب کو بھگا دیں۔ اب آپ ایسا کریں کہ سائیکل اسٹور

میں کھڑی کر دیں اور کچھ دنوں کے لیے بھول جائیں۔ وہ آسیب تنہائی سے اُکتا کر خود ہی بھاگ جائے گا۔ نہ بھاگا تو پھر سوچیں گے کہ کیا کرنا چاہیے۔''

حمزہ دل گرفتہ انداز میں کمرے سے باہر جانے لگا تو دادا جان نے روک لیا: ''ذرا ٹھیر جایئے اور ہمیں اپنی دونوں کہنیاں دکھلایئے، تاکہ دواخانے سے آپ کے لیے کوئی مرہم منگوا سکیں۔''

حمزہ نے آستینیں اُلٹ کر دادا جان کے سامنے کر دیں۔ انھوں نے آہستہ آہستہ کہنیوں پر چپکی ساری پٹیاں اُتار دیں۔ دونوں کہنیاں بالکل بے داغ تھیں۔ کہیں پر کوئی ہلکی سی خراش بھی نہیں تھی۔ دادا جان نے فکر مند انداز میں حمزہ کو دیکھا اور پھر اخبار پڑھنے لگے۔ حمزہ ہکا بکا ہو کر دادا جان کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

دوسرے ہی لمحے دادا جان نے اخبار ایک طرف رکھا اور جیب سے موبائل فون نکال کر اپنے پُرانے دوست ماہرِ نفسیات ڈاکٹر متین کا نمبر ملایا: ''متین بھائی! میں نے اپنے پوتے کے بارے میں تمھیں بتایا تھا، اب اس کا مرض جس کو شاید وہم کہہ سکتے ہیں، کافی حد تک بڑھ چکا ہے۔ شام کو میں اُسے لے کر تمھارے پاس آؤں گا۔ فوراً علاج شروع کر دو۔''

☆

## ای-میل کے ذریعے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

مسکراتی لکیریں
"باجی! یہ گلاس تو اوپر سے بند ہے اور نیچے اس کا پیندا بھی نہیں ہے۔ پانی کیسے پیوں گا؟"

# بھائی چارہ

ضیاء الحسن ضیا

پیارے بچو! یہ بات میری سنو
بھائی چارے کا درس دو سب کو

ختم نفرت جہاں سے ہو جائے
پیار کے گیت ہر کوئی گائے

خود سے کم تر کسی کو مت سمجھو
بات یہ ناپسند ہے رب کو

رنگ اور نسل، ذات اور زبان
ہو تعصب تو اس میں ہے نقصان

یہی دیں نے ہمیں سکھایا ہے
اختلافات کو مٹایا ہے

کالے گورے کا فرق مٹ جائے
آدمی، آدمی ہی کہلائے

جو محبت سے پیش آتا ہے
سب دلوں میں وہ گھر بناتا ہے

سب مسلمان بھائی بھائی ہیں
اور اسلام کے فدائی ہیں

اُسوۂ مصطفےٰ کو اپناؤ
علم کی روشنی کو پھیلاؤ

# بدشگونیاں

نوشاد عادل

الارم کی تیز آواز کمرے میں گونجی تو سوئے ہوئے واحد بھائی بُری طرح بوکھلا کر بستر سے اُٹھ گئے اور گرتے گرتے بچے۔ پھر انھوں نے موبائل کا الارم بند کیا اور ساتھ ہی اسے گھور کر غصے سے بولے: ''بڑی منحوس آواز ہے اس کی۔''

وہ انگڑائی لے کر اُٹھے اور آئینے کے سامنے جا کر اپنی شکل دیکھنے لگے۔ نظر پڑتے ہی ڈر گئے۔ وہ سمجھے کہ کوئی بھوت اُن کے سامنے آ گیا ہے، مگر پھر غور کرنے پر خود کو پہچان لیا۔

وہ بڑبڑائے: ''چہرے پر اتنی پھٹکار کہاں سے آ گئی۔''

پھر انھوں نے اپنے پھٹکار بھرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور آفس جانے کے خیال سے تیاریوں میں لگ گئے۔ پہلے انھوں نے کپڑے نکالے، پھر منھ ہاتھ دھونے کے لیے غسل خانے میں گھس گئے۔ منھ پر صابن لگانے کے بعد جب نل کھولا تو پانی کے بجائے ہوا نکلی۔

واحد بھائی چلّائے: ''ارے پانی ختم ہو گیا ہے۔''

ان کی بیگم نے جواب میں دہاڑ کر کہا: ''تو میں کیا کروں...... جا کر لوٹے سے منھ دھو لو۔''

واحد بھائی کی آنکھوں میں صابن کی وجہ سے مرچیں لگ رہی تھیں وہ ایسے ہی باہر آئے اور تولیے سے منھ صاف کر لیا۔ پھر پانی کے چھینٹے منھ پر مار کر ناشتے کے لیے آ بیٹھے۔

اتنے میں ان کی بیگم صاحبہ آئیں اور انھیں گھورتی ہوئی بولیں: ''یہ اِدھر نوابوں کی طرح کیوں بیٹھے ہو، آلتی پالتی مار کے؟''

''تو کیا گلی میں بیٹھوں؟'' واحد بھائی کی جان ہی جل گئی: ''آفس نہ جاؤں؟''



''جاؤ...... آفس جانے کے لیے کس نے منع کیا ہے......'' بیگم صاحبہ نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

''ناشتا تو دو۔'' واحد بھائی نے احتجاجی انداز میں مطالبہ کیا۔

''آٹا، چینی، چائے کی پتی اور دودھ ختم ہو گیا ہے۔ خالی ایک گلاس پانی ہی پی کر شکر ادا کرو اور آفس کی طرف روانہ ہو جاؤ۔'' بیگم صاحبہ نے اطلاع دی۔

واحد بھائی اُچھل پڑے: ''کیا مطلب؟''

بیگم صاحبہ نے انھیں گھورا: ''میں نے فارسی زبان میں کچھ کہا ہے کیا؟''

واحد بھائی ہکلا کر بولے: ''مگر اتنی جلدی کیسے ختم ہو گیا سارا سامان؟''

''اپنے بچوں کو نہیں دیکھا کھاتے ہوئے......؟'' بیگم صاحبہ نے منھ بنایا۔

واحد بھائی اپنے نصیب اور بچوں کو کوستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ گھر سے نکل کر بس اسٹاپ کی طرف جاتے ہوئے گلی کے کونے سے مڑے تو کوئی تیزی سے اُن سے آ ٹکرایا۔ واحد بھائی اور ٹکرانے والا زمین پر جا گرے۔

واحد بھائی اُٹھتے ہوئے چلّائے: ''اندھے...... نظر نہیں آتا کیا؟''

وہ اُن کے پڑوسی کا لڑکا تھا، جو دہی لے کر آ رہا تھا۔ ٹکر لگنے کی وجہ سے سارا دہی کٹورے سمیت زمین پر گر گیا تھا۔

لڑکا روتے ہوئے بولا: ''ہائے میرا دہی گر گیا...... اب اماں بہت ماریں گی۔''

''اندھے! تُو ہے ہی اسی قابل...... میں تو کہتا ہوں تجھے کپڑا دھونے والے ڈنڈے سے کوٹنا چاہیے پاجامے کی طرح۔'' یہاں سے فارغ ہو کر واحد بھائی اسٹاپ کی طرف تیزی سے روانہ ہو گئے۔ افراتفری کے عالم میں بس میں سوار ہوئے تو غلطی سے ایک

بڑے میاں کے پیر پر جاچڑھے۔ بڑے میاں ببر شیر کی طرح دہاڑے۔ واحد بھائی بھی پھر اطمینان سے اُن کے پیر پر کھڑے رہے اور بڑے میاں سے رحم دلانہ لہجے میں پوچھا: ''خیریت تو ہے چاچا! پیٹ میں گڑبڑ تو نہیں ہو رہی ہے، کیا کھایا تھا؟''

بڑے میاں مچلتے ہوئے بولے: ''کم بخت! میرا پیر......''

واحد بھائی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا: ''اوہ تو پیر میں تکلیف ہو رہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے واحد بھائی نے پورے جسم کا بوجھ بڑے میاں کے پیر پر ڈال دیا۔ ان کے منھ سے خوف ناک چیخ نکلی۔ برابر کھڑے مسافر نے واحد بھائی کو دھکا دے کر بڑے میاں کے پیر پر سے ہٹایا: ''کیا کر رہے ہو بھائی صاحب! بڑے میاں کو مارو گے کیا؟ ان کے پیر پر سے ہٹو۔''

واحد بھائی نے بوکھلا کر دیکھا اور جلدی سے اپنا پیر ہٹا لیا: ''اوہ، معاف کرنا چاچا میاں! انسان تو غلطی کا پتلا ہے۔''

بڑے میاں نے بلبلا کر کہا: ''غلطی کے پتلے! میرا پیر پتلا کر دیا تم نے۔''

اچانک بس ایک جھٹکے سے رکی اور واحد بھائی بڑے میاں کی گود میں جا گرے۔ اگر درمیان میں ایک موٹے انسان کی توند نہ ہوتی تو بڑے میاں اور واحد بھائی ڈرائیور کے پاس پہنچ جاتے۔ بڑے میاں نے توند کا شکریہ ادا کیا۔

اس دھکم پیل میں بدحواس ہو کر واحد بھائی غلطی سے اپنے اسٹاپ سے بہت پہلے ہی اُتر گئے، پھر انھوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو یہ انکشاف ہوا کہ جیب میں رکھے پیسے غائب تھے۔ شاید کسی جیب کترے نے ہاتھ کی صفائی دکھا دی تھی۔ وہ اس وقت کو کوسنے لگے جب صبح صبح انھوں نے آئینے میں اپنی خبیث شکل دیکھی تھی، جس کی وجہ سے مسلسل نحوستوں



کے نرغے میں ہیں۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ آفس کیسے جائیں۔ جیب میں ایک روپے کا سکہ بھی نہ تھا۔ آفس یہاں سے بہت دور تھا۔ پیدل جاتے تو شام تک ہی پہنچتے۔ پھر انھوں نے سوچا کہ کسی سے لفٹ لے لی جائے۔ وہ سڑک کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے۔

کئی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو انھوں نے انگوٹھا دکھایا، مگر کوئی نہیں رُکا۔ ایک موٹر سائیکل والے نے انگوٹھے کے جواب میں ان پر لعنت بھیجی۔ ایک کار والے نے سلام سمجھ کر اس کا جواب دیا۔

واحد بھائی پر جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی، لیکن انھوں نے ہمت نہیں ہاری۔ آخر ایک موٹر سائیکل پھٹ پھٹ کرتی ہوئی ان کے قریب آ کر رکی۔ اس پر ایک بزرگ سوار تھے۔ واحد بھائی جلدی سے ان کے پیچھے بیٹھ گئے اور بڑے پیار سے بولے: ''شکریہ بزرگوار!''

بزرگ نے گردن موڑ کر انھیں دیکھا: ''کس بات کا شکریہ؟ اور یہ تم بغیر پوچھے کیوں بیٹھ گئے؟''

''آپ نے میرے لیے ہی موٹر سائیکل روکی ہے نا؟''

''کیوں؟ تم ملک کے صدر ہو...... گورنر ہو یہاں کے...... اُترو شرافت سے...... وہ تو گاڑی خود ہی بند ہو گئی ہے۔''

واحد بھائی گڑگڑاتے ہوئے بولے: ''بزرگوار! میری جیب کٹ گئی ہے...... آفس جانے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ مہربانی فرما کر مجھے آگے چھوڑ دیں۔''

''اچھا! بزرگ کا لہجہ نرم پڑ گیا: ''ٹھیک ہے...... مگر اب موٹر سائیکل دھکے سے اسٹارٹ ہو گی۔ دھکا لگاؤ، اُتر کر۔''

سے اُتر گئے۔ پھر انھوں نے موٹر سائیکل کو دھکا لگانا شروع کر دیا۔ ہر تھوڑی دور جانے کے بعد موٹر سائیکل جھٹکا لیتی، مگر اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ واحد بھائی دھکا لگا لگا کر پاگل ہو چکے تھے۔ اُدھر بزرگ مسلسل انھیں پیار بھرے انداز میں للکار رہے تھے: ''میاں! دم نہیں ہے کیا؟ ذرا جان لگاؤ...... زور سے دھکا دو...... لفٹ لینا ہے کہ نہیں...... چلو، شاباش!''

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' واحد بھائی خوش ہو گئے اور جلدی

اور واحد بھائی نئے سرے سے پورا زور لگا کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کروانے کی کوشش کرنے لگے۔ بزرگ کی زبان مسلسل چل رہی تھی: ''بہت ہی ہڈ حرام ہو...... ایک ذرا سی موٹر سائیکل کو دھکا نہیں لگا سکتے۔ کھاتے پیتے نہیں ہو کیا...... دیکھنے میں تو پورے سانڈ کے سانڈ لگتے ہو۔''

واحد بھائی ہانپتے ہوئے بولے: ''یہ آپ مجھ سے دھکا لگوا رہے ہیں یا میری بے عزتی کر رہے ہیں؟''

''بے عزتی نہیں...... حوصلہ افزائی کر رہا ہوں۔''

''آپ سے بھی تو اتنی دیر سے یہ اسٹارٹ نہیں ہو رہی ہے، میں بھی تھوڑی سی حوصلہ افزائی کروں آپ کی؟'' واحد بھائی کا دماغ سلگ اُٹھا تھا۔

اسی وقت ایک زوردار جھٹکا لے کر موٹر سائیکل اسٹارٹ ہو گئی۔ جھٹکے کی وجہ سے واحد بھائی لڑکھڑا گئے اور موٹر سائیکل کا اسٹینڈ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اگلے ہی لمحے بزرگ نے موٹر سائیکل پوری رفتار سے دوڑا دی۔ واحد بھائی چیختے چلّاتے رہ گئے: ''ارے...... ارے...... بزرگوار! روکو...... مجھے تو لے چلو۔'' مایوس ہو کر واحد بھائی وہیں فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔



دور جاتے ہوئے بزرگ نے موٹر سائیکل روکے بغیر ہاتھ ہلا ہلا کر خدا حافظ کا اشارہ کیا۔ واحد بھائی کو خود پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ ایک بڑے میاں انھیں آسانی کے ساتھ بے وقوف بنا کر چلے گئے تھے۔ وہاں دور دور تک کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ بڑے میاں نے انھیں ایسی جگہ لا کر چھوڑا تھا، جہاں مدد کے لیے کوئی نہ تھا۔ انھوں نے دوبارہ پیدل چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر گزری کہ انھیں پیچھے سے کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ انھوں نے گردن گھما کر دیکھا، ایک موٹر سائیکل تیزی سے اُن کی جانب دوڑی آ رہی تھی۔ انھوں نے فوراً لفٹ کا اشارہ کر دیا۔ موٹر سائیکل ان کے قریب سے گزری اور آگے جا کر ایک بڑے پتھر سے ٹکرا کر گر پڑی۔ موٹر سائیکل سوار بھی بُری طرح زمین پر گرا تھا۔ واحد بھائی گھبرا کر اُس کی جانب لپکے۔

''لگی تو نہیں......'' واحد بھائی نے موٹر سائیکل والے کو سہارا دے کر اُٹھایا پھر چونک گئے: ''ارے...... تمھیں تو کچھ نہیں ہوا...... اور اوپر سے مسکرا رہے ہو۔''

موٹر سائیکل والا مسکرا کر بولا: ''میں تو گرتا پڑتا رہتا ہوں۔ یہ میں صبح سے اب تک آٹھویں بار گرا ہوں۔ ویسے میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔''

''اچھا...... تو بتاؤ...... میں کون ہوں؟'' واحد بھائی نے پوچھا۔

''آپ ایک شریف آدمی ہیں۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''بھائی! مجھے آفس جانا ہے بہت دیر ہو گئی ہے۔ میری جیب کٹ گئی ہے۔ مجھے آفس تک چھوڑ دو...... مہربانی ہو گی۔''

''وہ تو میں قبر تک بھی چھوڑ سکتا ہوں...... بیٹھ جائیں۔'' آدمی نے گری ہوئی موٹر سائیکل اُٹھائی۔ واحد بھائی اُچھل کر پیچھے بیٹھ گئے۔ پھر موٹر سائیکل پوری رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔ واحد بھائی کا خون خشک ہو گیا۔

''بھائی! تم گاڑی آہستہ نہیں چلا سکتے؟'' واحد بھائی نے اس کے کان میں کہا

"مجھے آفس جانا ہے...... اسپتال نہیں۔"

آدمی ہنسا: "مجبوری ہے، شریف بھائی!"

"کیسی مجبوری؟"

"یہ موٹر سائیکل آہستہ نہیں چلتی...... اس میں صرف ایک ہی گیئر ہے...... اور موٹر سائیکل میں جہاز کا انجن لگا ہوا ہے۔"

"کیا......؟" واحد بھائی کو چکر آ گئے۔

"سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ" آدمی نے ہنستے ہوئے بتایا: "اس میں بریک بھی نہیں ہے۔"

"یا اللہ مدد فرما۔" واحد بھائی نے آنکھیں بند کرلیں پھر پوچھا: "موٹر سائیکل کیسے روکتے ہو تم؟"

"جیسے آپ کے سامنے روکی تھی۔"

"وہ تو تم گرے تھے۔"

"نہیں، وہ میں نے روکی تھی...... یہ موٹر سائیکل ایسے ہی رکتی ہے۔"

"ت...... تم...... تم کون ہو بھائی! موٹر سائیکل والے جن تو نہیں ہو؟" واحد بھائی کی حالت خراب ہوگئی۔

یہ سنتے ہی آدمی نے ایک خوف ناک قہقہہ لگایا۔ موٹر سائیکل تیز رفتاری کے تمام رکارڈ توڑتی ہوئی دوڑتی جا رہی تھی۔ کبھی وہ سڑک سے اُتر کر کچے میں دوڑتی، کبھی کسی جگہ جمع گندے پانی میں گھس جاتی۔

واحد بھائی دعا کر رہے تھے کہ اس کا پیٹرول ختم ہو جائے اور وہ خیر و عافیت سے رُک جائے۔ اس آدمی نے شاید واحد بھائی کے دل کی بات بھانپ لی اور بولا: "پیٹرول



اتنی جلدی ختم نہیں ہوگا، صبح ہی میں نے ماشاءاللہ ٹنکی فل کروائی ہے۔"

یہ خوش خبری سن کر واحد بھائی کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ آخر موٹر سائیکل بھینسوں کے ایک بڑے باڑے میں گھس گئی۔ اچانک واحد بھائی نے سامنے بھوسے کا عظیم الشان ڈھیر دیکھا۔ ان کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ انھوں نے ہاتھ بڑھا کر موٹر سائیکل کا ہینڈل بھوسے کے ڈھیر کی جانب موڑ دیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" آدمی چلّایا۔

اتنے میں موٹر سائیکل بھوسے کے ڈھیر کے اندر گھس گئی۔ واحد بھائی بھوسے میں گرتے چلے گئے۔ انھوں نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ کچی زمین اور بھوسے کی وجہ سے واحد بھائی چوٹ لگنے سے محفوظ رہے۔ وہ جلدی سے اُٹھے۔ تب انھوں نے دیکھا کہ دور بھوسے کا ڈھیر بھاگا جا رہا ہے۔ موٹر سائیکل والا بھوسے کا ڈھیر اپنے ساتھ ہی لے جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو گوالے دوڑ رہے تھے۔

واحد بھائی تیزی سے کپڑے جھاڑتے ہوئے باڑے سے نکلے اور سڑک پر آ گئے۔ آج صبح سے ہی عجیب و غریب واقعات پیش آ رہے تھے۔ اتنی پریشانیاں ایک ہی دن میں انھوں نے کبھی نہیں اُٹھائی تھیں۔

بس اب آفس پہنچنے کی دیر تھی کہ تمام مسائل حل ہو جاتے۔ انھوں نے سوچ لیا تھا کہ آفس جا کر کسی سے بھی ہزار روپے اُدھار لے لیں گے۔ پھر آرام سے رکشے میں گھر جا سکتے ہیں۔ ساتھ ہی سودا سلف بھی لیتے جائیں گے۔ سڑک پر آتے ہی واحد بھائی خوش ہوگئے، کیوں کہ یہاں سے آفس تھوڑی دور تھا۔ وہ پیدل بھی جا سکتے تھے۔ وہ بڑے جوشیلے انداز میں آفس کی سمت روانہ ہوگئے۔ بھوک پیاس کے مارے اُن کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ چکر بھی آنے لگے تھے۔ چلتے چلتے وہ سوچ رہے تھے کہ آفس پہنچتے ہی سب سے پہلے چاے

منگوائیں گے۔ پٹیل صاحب سے پیسے لے کر ہوٹل سے چار پراٹھے منگوائیں گے۔ اگر کسی نے ان سے ایک نوالہ بھی مانگا تو صاف انکار کر دیں گے۔

''اور ہاں...... آملیٹ بھی منگواؤں گا۔'' واحد بھائی نے خود سے کہا: ''آملیٹ کے بغیر تو ناشتے کا مزہ ہی نہیں آئے گا۔ اگر ریاض بھائی، ڈاکٹر صاحب یا کسی اور نے آملیٹ مانگا تو!...... نہیں، میں کسی کو بھی نہیں دوں گا...... حد ہو گئی۔ یہ لوگ کسی کو کھاتے پیتے نہیں دیکھ سکتے۔ ندیدے کہیں کے۔''

واحد بھائی کو چلتے چلتے ریاض بھائی اور ڈاکٹر صاحب پر غصہ آنے لگا۔

آخر وہ آفس کی عمارت کے سامنے آ گئے، دوپہر کا وقت تھا مین گیٹ بند پڑا تھا۔ سامنے چوکیدار بیٹھا تھا۔ چوکیدار نے انھیں سلام کیا۔

''یہ دروازہ کیوں بند کیا ہوا ہے؟'' واحد بھائی نے پوچھا۔

''آپ کو پتا نہیں جناب! آج تو چھٹی ہو گئی ہے۔ صبح ہی دفتر خالی ہو گیا تھا۔''

''کیوں...... چھٹی کیوں ہو گئی؟'' واحد بھائی لڑکھڑا گئے۔ آملیٹ اور پراٹھوں کا خواب چکنا چور ہو گیا۔

''پاکستان کرکٹ ٹیم کا میچ ہے انڈیا کے ساتھ...... اسی لیے۔'' چوکیدار نے اطلاع دی۔

واحد بھائی کو ایسا لگا کہ وہ اِدھر ہی وفات پا جائیں گے۔ اب گھر واپس کیسے جائیں۔ پھر خیال آیا کہ چوکیدار سے پچاس یا سو روپے لے کر بس میں گھر چلے جائیں۔

اتنے میں چوکیدار سر کھجاتا ہوا بولا: ''صاحب جی! وہ سو، پچاس روپے ہوں گے آپ کے پاس......؟''

واحد بھائی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

☆☆☆



# بہار کا موسم

امان اللہ نیّر شوکت

پُون چلے ، ہریالی جھومے — دھرتی کو جھک جھک کر چُومے

کوئل کی ہے کُوک پیاری — سب سے انوکھی ، سب سے نیاری

باغ میں بھنورا گھوم رہا ہے — کلیوں کا منہ چوم رہا ہے

پنچھی خوشی سے چہک رہے ہیں — غنچے ہر سُو مہک رہے ہیں

نیلے پیلے پھول کھلے ہیں — آپس میں ہنس ہنس کے ملے ہیں

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں — خوشیوں کا پیغام ہیں لائیں

بُوٹا بُوٹا ، پتّا پتّا — گلشن کا گلشن ہے نکھرا

ہر ڈالی ، ہر شاخ ہے رقصاں — ہر غنچہ ، ہر پھول ہے شاداں

سبزہ اور ہریالی ہر سُو — پھیلی ہے ہر جانب خوشبو

باغ میں طائر بول رہے ہیں — کانوں میں رس گھول رہے ہیں

رونق سی بازاروں میں ہے — دیکھو ، اُجلی اُجلی ہر شے

بچے ، بوڑھے آتے جاتے — دیکھ رہا ہوں میں کھڑکی سے

باغ کی ہر شے کتنی حسیں ہے

جانے نیّر کیوں غمگیں ہے

## علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ، اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

### حمدِ باری تعالیٰ

شاعر : محمد خوشتر عالم

پسند : امامہ عالم، ناظم آباد

اُن کی توصیف اور میرا قلم ہو
اُنھی کا ذکر میرے دم بدم ہو
جہاں بھر کے ستائے بے کسوں پر
اگر اُن کا نہ ہو، کس کا کرم ہو
اُن ہی کے حکم کی ہو قدردانی
نئے اک دور کا ایسا جنم ہو
یہی مقصد ہو عالم زندگی کا
رہ توحید کا قائل ، صنم ہو

### خوب سیرت

مرسلہ : نادیہ اقبال، کراچی

سلطان محمود غزنوی کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ دنیا کے اس عظیم فاتح نے ایک دن آئینے میں اپنی شکل غور سے دیکھی تو اسے رنج ہوا۔ دوسرے روز اس نے اپنے وزیر سے کہا: ''سنا ہے بادشاہوں کا چہرہ دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں، مگر ہمیں دیکھ کر لوگوں کو کوفت ہوتی ہوگی۔''

وزیر نے کہا: ''بادشاہ سلامت! آپ کی صورت دیکھنے والے چند ہیں، جب کہ سیرت دیکھنے والے بے شمار ہیں۔ انسان کی سیرت اچھی ہو تو اس کی صورت پر کسی کی نظر نہیں جاتی۔''

### کرنیں

مرسلہ : سیدہ اُجالا حسن عابدی، جہلم

☆انسان کامیاب ہونے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، مگر وہ اپنی غفلت سے خود کو ناکام بنالیتا ہے۔

☆جو چیز اپنی ذاتی محنت سے مل سکتی ہو، اس کو دوسروں سے مانگنے کا کیا فائدہ؟

☆سب سے نادان وہ شخص ہے جو چھوٹی چیز کی خاطر بڑی چیز کو کھودے۔

☆دن تو ہر حال میں چند گھنٹوں میں ختم



ہو جائے گا، چاہے آپ اس کو استعمال کریں یا ضائع کر دیں، یہ پھر واپس نہیں آتا۔

☆اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔

☆اللہ کے نزدیک سب سے بہترین عمل والدین کی خدمت ہے۔

☆کتنے افسوس کی بات ہے کہ صبح ہمارے جاگنے سے پہلے پرندے جاگ جائیں۔

### قانون پسند ماں کا چور بیٹا

مرسلہ : رافع اکرم، لیاقت آباد

برطانیہ میں ایک نوجوان کی چوری اس کی ماں کو پسند نہیں آئی۔ ماں اپنے بیٹے کو لے کر پولیس اسٹیشن پہنچ گئی۔ برطانیہ کے شہر ''لیور پول'' میں ۱۵ سالہ نوجوان نے نقلی پستول دکھا کر جنرل اسٹور کے کیشیئر کو ڈرایا اور دو ہزار پاؤنڈ لوٹ کر فرار ہو گیا۔ قانون پسند ماں کو جب بیٹے کی اس حرکت کا علم ہوا تو اسے بہت افسوس ہوا۔ اس نے نقلی پستول اور رقم سمیت خود اپنے بیٹے کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ عدالت نے اس نوجوان کو چالیس ماہ کی سزا سنائی۔

### پائلٹ کی آواز

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

پرنام سنگھ بڑا نامی گرامی پائلٹ تھا۔ ایک دفعہ اسے جہاز کو لندن سے امریکا لے جانا تھا۔ آٹھ گھنٹے کی اس طویل پرواز میں جہاز سمندر کے اوپر اُڑتا جا رہا تھا۔ جہاز کو پرواز کیے، چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ کچھ مسافر سو رہے تھے کچھ جاگ رہے تھے۔ اچانک اسپیکر پر پائلٹ کی آواز اُبھری: ''خواتین و حضرات! جہاز کا پائلٹ پرنام سنگھ آپ سے مخاطب ہے۔ نیویارک جانے والی پرواز پر ہم چار گھنٹے کا سفر طے کر چکے ہیں۔ ۳۰ ہزار فیٹ کی بلندی پر سفر کرتے ہوئے ہم اس وقت بحر اوقیانوس کے عین درمیان ہیں۔ اگر آپ دائیں بائیں کی کھڑکیوں سے باہر جھانک کر دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ جہاز کے چاروں انجنوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اگر آپ جہاز کے پچھلے حصے میں جا کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ جہاز کی دُم چند لمحوں میں ٹوٹ کر علاحدہ ہو جائے گی۔ اگر آپ جہاز کی کھڑکی سے نیچے سمندر میں دیکھیں

تو آپ کو پیلے رنگ کی چھوٹی سی لائف بوٹ نظر آئے گی، جس میں سوار تین آدمی آپ کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے ہوں گے۔ ان تین آدمیوں میں پرنام سنگھ، میرا معاون پائلٹ کورنام سنگھ اور نیوی گیٹر نیتا سنگھ ہیں۔ اسپیکر پر جو آواز آپ سن رہے ہیں، وہ پہلے سے ریکارڈ شدہ ہے۔ خدا آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔"

## تھوڑا تھوڑا بہت

شاعر: مولوی محمد اسماعیل میرٹھی

پسند: فضا فاروق، غریب آباد، کراچی

بنایا ہے چڑیوں نے جو گھونسلا
سو ایک ایک تنکا اکٹھا کیا
گیا ایک ہی بار سورج نہ ڈوب
مگر رفتہ رفتہ ہوا غروب
قدم ہی قدم طے ہوا ہے سفر
گئیں لحظہ لحظہ میں عمریں گزر
برستا جو مینہ موسلادھار ہے
سو یہ ننھی بوندوں کی بوچھاڑ ہے
درختوں کے جھنڈ اور جنگل گھنے
یوں ہی پتے پتے سے مل کر بنے
لگا دانے دانے سے غلّے کا ڈھیر
پڑا لمحے لمحے میں برسوں کا پھیر
اگر تھوڑا تھوڑا کرو صبح و شام
بڑے سے بڑا کام بھی ہو تمام

## لچک دار جسم والی خاتون

مرسلہ: سید باذل علی ہاشمی، کراچی

قازقستان کی ایک خاتون نے حیرت انگیز جسمانی لچک کا مظاہرہ کر کے سب کو حیران کر دیا ہے۔ ''زیلاٹا'' نامی خاتون کی ہڈیاں اس قدر لچک دار اور نرم ہیں کہ یہ خود کو ایک سوٹ کیس میں بھی سمو سکتی ہیں۔ سولہ سال کی عمر سے اس فن کی تربیت حاصل کرنے والی زیلاٹا روزانہ تین گھنٹے تک اپنے جسم کو موڑنے کی مشق کرتی ہیں۔

## اسے بھی پڑھیے

مرسلہ: فرازیہ اقبال، عزیز آباد

☆ ہمارے دماغ کا ایک چوتھائی حصہ آنکھ کو کنٹرول کرتا ہے، ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے دماغ سے دیکھتے ہیں۔

☆ ہیرا سب سے زیادہ ٹھوس دھات ہے، اگر



اسے ۷۸۳ ڈگری پر گرم کیا جائے تو یہ ختم ہو جائے گا اور اس کی کوئی راکھ بھی نہیں بچے گی۔

☆ ایک انسانی سر سے روزانہ تقریباً دو سو بال جھڑتے ہیں۔

☆ شارک مچھلی ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہتی ہے، یعنی وہ کبھی بیمار نہیں ہوتی۔

☆ پھل کے بیج ہوتے ہیں جب کہ سبزیوں کے تنے، پتے اور جڑیں ہوتی ہیں۔

☆ مگرمچھ اپنی زبان باہر نہیں نکال سکتا۔

## مقتول امریکی صدر

مرسلہ: طارق عزیز، کوٹری

اب تک چار امریکی صدر قتل ہو چکے ہیں۔ پہلے مقتول صدر ابراہم لنکن تھے، جو ۱۴ اپریل ۱۸۶۵ء کو مارے گئے۔

دوسرے مقتول امریکی صدر کا نام جیمز اے گارفیلڈ ہے۔ ۲ جولائی ۱۸۸۱ء کو واشنگٹن کے ایک ریلوے اسٹیشن میں داخل ہوتے وقت ایک ذہنی طور پر معذور شخص نے انھیں گولی مار دی تھی۔ گولی لگنے کے تقریباً ڈھائی مہینے بعد علاج کے دوران وہ فوت ہوئے۔ انھیں صدر بنے صرف ایک سال ہوا تھا۔

ولیم ایچ میکنلے تیسرے امریکی صدر کو ۶ ستمبر ۱۹۰۱ء کو ''بفیلو'' نیویارک میں ایک نمائش میں گولی ماری گئی تھی، جس کے آٹھ دن بعد وہ انتقال کر گئے تھے۔

چوتھے مقتول امریکی صدر جان ایف کینیڈی ہیں، جنھیں ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء کو امریکی ریاست ٹیکساس میں قاتل نے اپنی گولی کا نشانہ بنایا تھا۔

## اپاسم

مرسلہ: افسر علی، وہاڑی

بعض جانور ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ بعض دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔ جنوبی امریکا میں پایا جانے والا بلی کے برابر چھوٹا سا جانور اپاسم (OPOSSUM) خطرے کے وقت عجیب و غریب حرکت کرتا ہے۔ جب کوئی جانور اس پر حملہ کرے تو وہ ایک دم بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بعض گوشت خور جانور اسے مردہ سمجھ کر چلے جاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد اسے ہوش آتا ہے تو وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے اور جب یقین ہو جاتا ہے کہ خطرہ ٹل گیا ہے تو دوڑ کر اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے۔ ☆

# ننھی مسکراہٹ

محمد اقبال شمس

ایڈووکیٹ افضال خاور شہر کے سب سے قابل وکیل تھے۔ ان کی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے آج تک کوئی مقدمہ ہارا نہیں تھا، مگر آج کل وہ ایک ایسا مقدمہ لڑ رہے تھے، جس میں وہ دل سے چاہتے تھے کہ یہ مقدمہ ہار جائیں۔

صبح سویرے ہی قریبی پارک میں بہت سے لوگ ورزش اور جوگنگ کے لیے آتے تھے۔ ان میں ایک صاحب افضال خاور بھی تھے۔ وہ روز صبح باقاعدگی سے اس پارک میں جایا کرتے تھے۔ پابندی سے آنے والوں میں ایک آٹھ سالہ لڑکا فیضان بھی تھا، جو اپنی والدہ کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ وہ نہایت ہی ہنس مکھ اور سب میں گھل مل جانے والا لڑکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بہت جلد اس کی افضال خاور سے بھی دوستی ہوگئی تھی۔ افضال خاور کو بھی اس سے کافی اُنسیت سی ہوگئی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کی ابھی تک کوئی اولاد نہیں تھی۔ افضال کو فیضان کے چہرے کی مسکراہٹ بہت بھلی لگتی تھی۔ ورزش ختم کرنے کے بعد دونوں کچھ دیر تک باتیں کیا کرتے۔ ایک دن اسی طرح وہ فیضان سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ان کے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انھوں نے فون کان سے لگایا، دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز اُبھری: ''آپ افضال خاور بات کر رہے ہیں؟''

''جی فرمائیے۔''

''جی میرا نام محمد وقاص ہے۔ مجھے ایک کیس کے سلسلے میں آپ سے ملاقات کرنی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ میرے دفتر تشریف لے آئیے۔ باقی باتیں وہیں ہوں گی۔''

فون منقطع ہوگیا۔

.....☆.....

افضال خاور اپنے دفتر میں بیٹھے کسی فائل کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ان کی سیکریٹری اندر
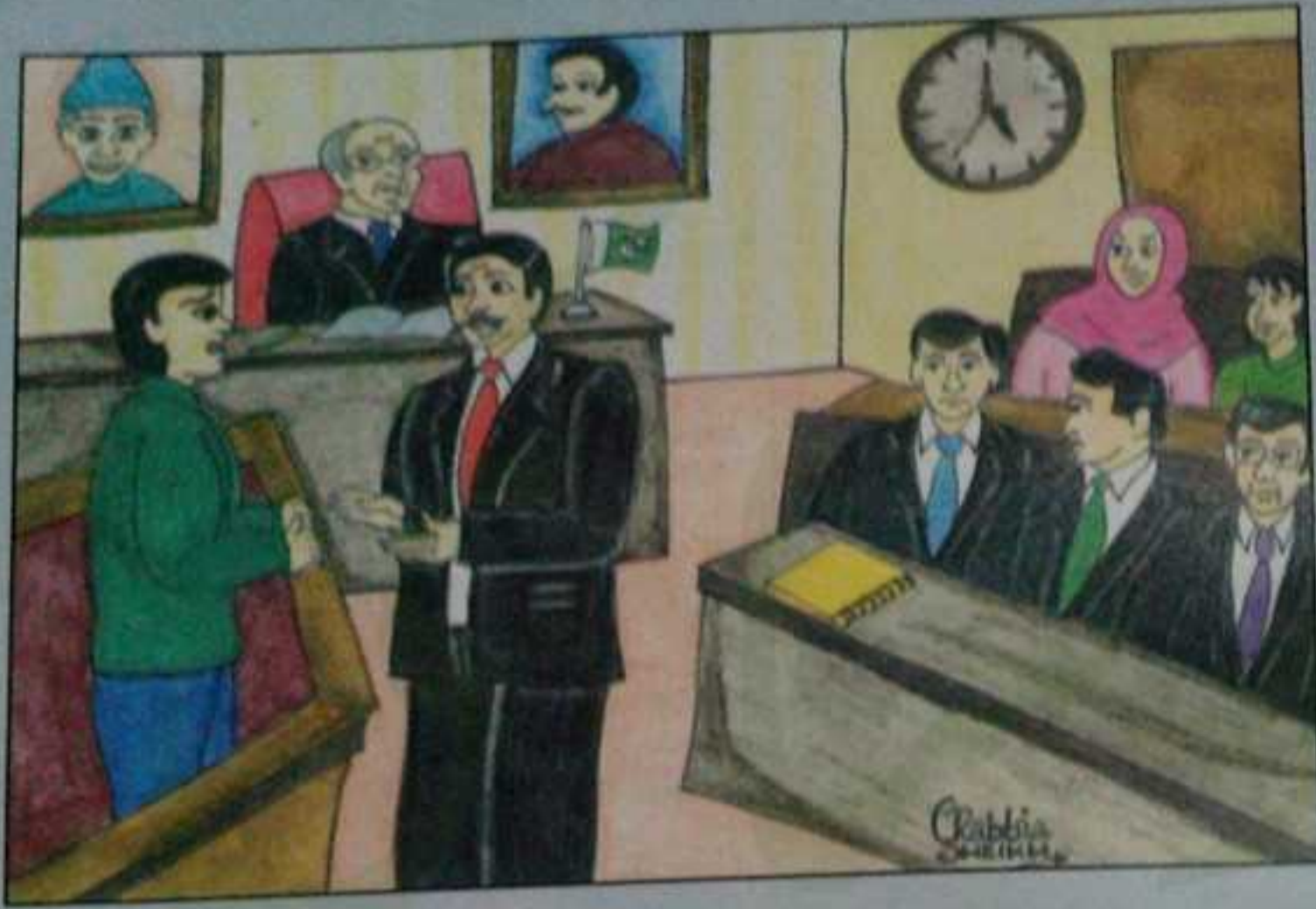
آئی اور کہا: ''سر! آپ سے کوئی محمد وقاص صاحب ملنا چاہتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے انھیں اندر بھیج دیں۔ چند لمحوں بعد ہی نیلے رنگ تھری پیس سوٹ پہنے ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے افضال خاور سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا: ''جی میرا نام محمد وقاص ہے۔ آج صبح آپ سے فون پر بات ہوئی تھی۔''

''جی جی آپ تشریف رکھیے۔'' وہ کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُن سے بولے۔

وہ شکریہ کہہ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا: ''دراصل میرے ایک دوست نے آپ کا فون نمبر مجھے دیا تھا اور آپ کی بہت تعریف کی تھی اور بتایا تھا کہ آپ پیچیدہ سے پیچیدہ کیس بھی جیت جاتے ہیں۔''

افضال خاور انھیں بیچ میں ٹوکتے ہوئے بولے: ''بہت بہت شکریہ! میری تعریف کرنے کا، آپ کیس کی نوعیت بتائیں کہ کس سلسلے میں آپ میری خدمات لینا چاہتے ہیں؟''

وہ بولا: ''دراصل آٹھ سال پہلے میری سکینہ نامی خاتون سے شادی ہوئی تھی، مگر حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے میں نے بیوی سے علاحدگی اختیار کر لی۔ میرا ایک بیٹا ہے، جو اس کے پاس ہے دراصل مجھے اپنا بیٹا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ قانونی طور پر وہ مستقل میرے پاس آ جائے۔ اس سلسلے میں آپ کی خدمات درکار ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

وہ مسکراتے ہوئے بولے: ''یہ کیس تو نہایت ہی معمولی ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو آپ کا بیٹا مل جائے گا، تسلی رکھیں۔''

وقاص نے وکیل صاحب کو ایک فائل دی اور کہا: ''اس فائل میں ساری تفصیلات موجود ہیں۔ آپ مطالعہ فرما لیجیے گا۔ اچھا تو پھر مجھے اجازت۔'' یہ کہہ کر اس نے افضال صاحب سے مصافحہ کیا اور رخصت ہو گیا اور افضال خاور فائل کھول کر اس کا مطالعہ کرنے لگے۔

اگلے دن انھوں نے سکینہ کے خلاف قانونی نوٹس تیار کیا اور ان کے پتے پر ارسال کر دیا اور پھر وہ اس کیس کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔

ایک روز حسبِ معمول وہ ورزش سے فراغت کے بعد فیضان سے محوِ گفتگو ہوئے، مگر آج فیضان انھیں کچھ اُداس دکھائی دے رہا تھا۔ آج مسکراہٹ اس کے چہرے سے غائب تھی۔

''کیا ہوا بیٹا! آج آپ کچھ اُداس دکھائی دے رہے ہیں۔ سب خیریت تو ہے؟'' انھوں نے پوچھا۔

وہ اُداس لہجے میں بولا: ''انکل! امی بتا رہی تھیں کہ میں ان سے جُدا ہونے والا ہوں۔''

''جُدا ہونے والا ہوں؟ کہیں آپ کو بورڈنگ میں ڈالنے کا ارادہ تو نہیں ہے؟''

''نہیں، دراصل بات یہ ہے کہ میرے ابو مجھے ان سے چھین کر لے جانا چاہتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟ آپ کے والد آپ کے ساتھ نہیں رہتے ہیں۔''

''نہیں وہ الگ رہتے ہیں۔ امی بتا رہی تھیں کہ کل ہی ان کی طرف سے قانونی خط آیا ہے اور وہ عدالت کے ذریعے مجھے لے جائیں گے۔ پھر میں کبھی امی سے نہیں مل سکوں گا۔ میں اپنی



امی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ رونے لگا۔

یہ سن کر انھیں ایک جھٹکا سا لگا، کیوں کہ ایسا ہی ایک کیس ان کے پاس بھی تھا۔ انھوں نے ڈرتے ڈرتے اس کی والدہ کا نام پوچھا۔

اس نے بتایا: ''سکینہ۔''

یہ سن کر ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ فیضان کے جانے کے بعد ان کے منھ سے نکلا: ''یہ تو وہ ہی بچہ ہے، جسے اس کا باپ میری خدمات حاصل کر کے ماں سے چھیننا چاہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں اس کی مسکراہٹ کا قاتل بننے جا رہا ہوں۔'' اور پھر وہ خلاؤں میں گھورتے رہ گئے۔

......☆......

عدالت لگ چکی تھی۔ عدالت میں ایک شور سا تھا، مگر جج کے آتے ہی وہ تھم گیا۔ جج نے حکم دیا: ''کارروائی شروع کی جائے۔''

یہ سن کر سکینہ کا وکیل ان کے روبرو کھڑا ہوا اور اپنے موکل کے حق میں دلائل دینے شروع کر دیے۔ تھوڑی دیر میں وہ دلائل مکمل کر کے دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

اب افضال خاور کی باری تھی۔ وہ اپنی کرسی سے جیسے ہی کھڑے ہوئے۔ اچانک عدالت میں بیٹھے فیضان کی نظر ان پر پڑ گئی۔ وہ انھیں دیکھ کر اُچھل پڑا۔ اس نے امی سے پوچھا: ''امی! یہ انکل یہاں کیوں موجود ہیں؟''

وہ بولیں: ''بیٹا! یہ تمھارے ابو کے وکیل ہیں اور یہی تمھیں مجھ سے چھین کر تمھارے ابو کو دیں گے۔''

یہ سن کر اس کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ سکینہ کو کٹہرے میں بلایا جا چکا تھا۔ اب اس کے رُوبرو افضال خاور کھڑے تھے۔ اسی دوران ایک شخص نے دوسرے سے کہا: ''دیکھو، اب افضال صاحب کیسے اس کیس کو سمیٹتے ہیں۔ اب تک انھوں نے کوئی کیس نہیں ہارا ہے اور یہ کیس تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔''

عدالت کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ عدالت نے دونوں فریقین کو ایک ہفتے کی تاریخ دے کر عدالت برخاست کر دی۔ افضال خاور، فیضان سے نظریں چُراتے ہوئے عدالت سے باہر آ گئے۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی صبح کا موسم سہانا تھا۔ پارک میں چاروں طرف چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ افضال خاور ورزش سے فراغت کے بعد رُکے بغیر چلے گئے۔ اس وقت فیضان کچھ ہی دور اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ مسکراہٹ اس کے لبوں سے کوسوں دور تھی۔

مقررہ تاریخ پر ایک بار پھر عدالت لگ چکی تھی۔ پہلے سکینہ کے وکیل نے اپنے دلائل مکمل کیے۔ اب افضال خاور کی باری تھی۔ انھوں نے اپنی جرح شروع کی۔ اسی دوران ایک

وکیل نے دوسرے وکیل سے کہا: ''ارے آج افضال خاور کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ تو کیس ایسے لڑ رہے ہیں جیسے کوئی اناڑی وکیل ہو۔''

''ہاں، تم صحیح کہہ رہے ہو۔ آج یہ وہ افضال خاور نہیں لگ رہے ہیں۔ جو عدالت میں کیس لڑتے ہیں۔''

تھوڑی دیر میں دونوں وکلاء کی بحث مکمل ہوئی۔ اب فیصلے کی گھڑی آ پہنچی۔ جج صاحب اپنا فیصلہ سناتے ہوئے بولے: ''تمام دلائل سننے کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ بچہ اپنی ماں کے پاس ہی رہے گا، کیوں کہ اپنے بچے کی پرورش ایک ماں ہی بہتر طور پر کر سکتی ہے۔ البتہ بچے کا باپ ہفتے میں دو بار بچے سے مل سکتا ہے۔''

یہ سن کر فیضان کے چہرے پر مسکراہٹ کا ایک سمندر رواں ہو گیا، جب کہ فیصلہ سن کر عدالت میں بیٹھے ایک وکیل نے دوسرے سے کہا: ''مجھے تو لگتا ہے کہ افضال خاور نے یہ کیس جان بوجھ کر ہارا ہے۔'' یہ سن کر فیضان کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

دوسرے دن حسبِ معمول افضال خاور پارک میں تھے۔ اچانک فیضان ان کے سامنے آیا اور بولا: ''انکل! آپ نے مجھے بڑی پریشانی سے بچا لیا۔ انکل! لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ اتنے بڑے وکیل ہیں یہ مقدمہ ہار ہی نہیں سکتے تھے، لیکن میری امی نے بتایا کہ آپ جان بوجھ کر ہارے ہیں، صرف میری خاطر آپ نے اس مقدمے میں ناکامی قبول کی ہے۔''

یہ سن کر افضال خاور مسکرانے لگے اور بولے: ''میں یہ کیس ہارا نہیں ہوں، بلکہ جیتا ہوں۔ ایک بچے کی خوشی، ایک بچے کی مسکراہٹ، بس اس مسکراہٹ کو کبھی ختم نہ کرنا، ہمیشہ اپنے ہونٹوں پر سجائے رکھنا۔'' یہ سن کر فیضان ان کے گلے سے لگ گیا۔ جب کہ افضال خاور کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلکنے لگے۔

☆



# آئیے مصوری سیکھیں

غزالہ امام
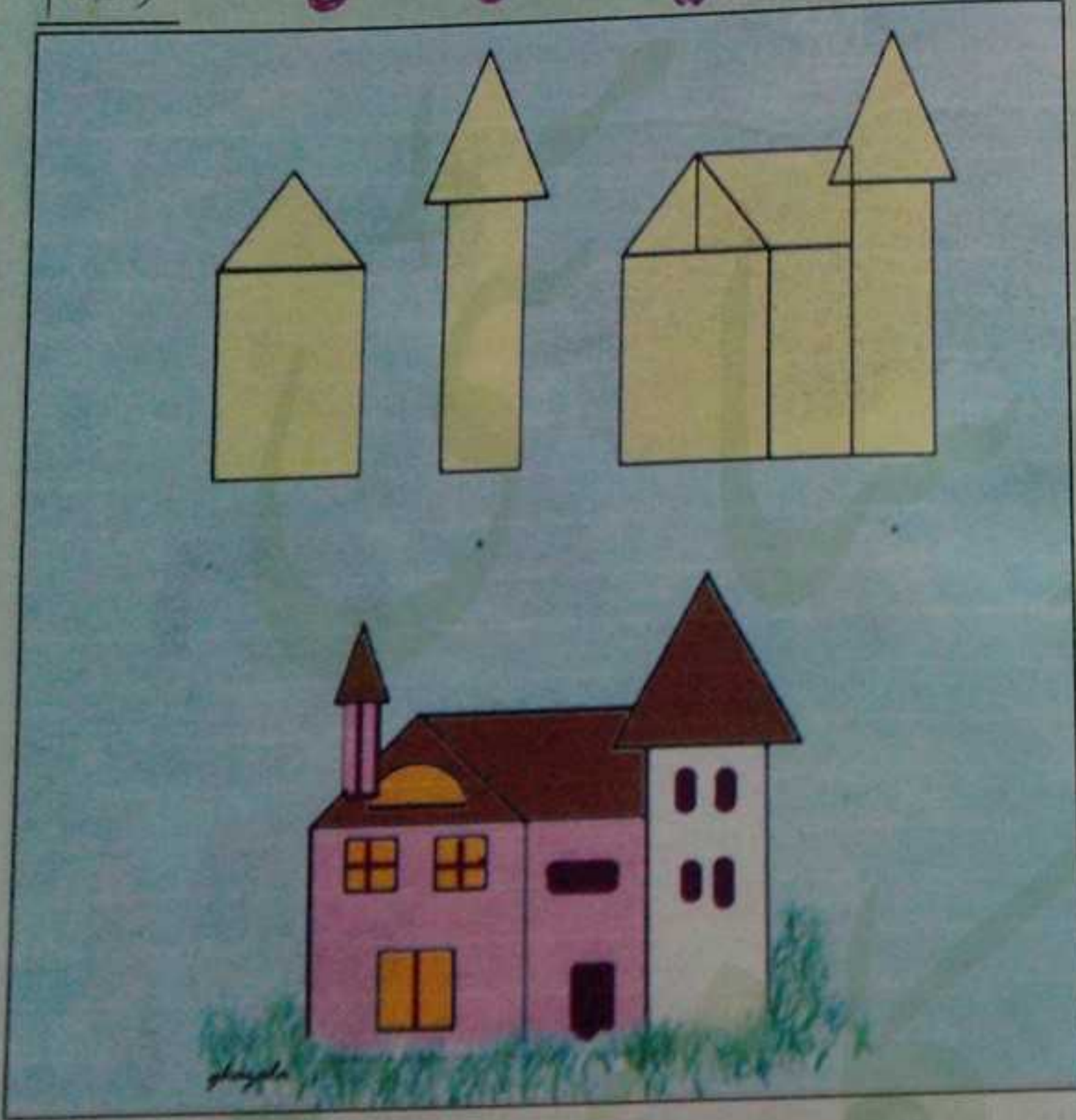
آج ہم آپ کو چوکور اور تکونے خاکوں کی مدد سے گھر بنانا سکھائیں گے۔ تصویر میں دکھائے گئے مختلف سائز کے خاکوں کو ترتیب سے رکھ کر ایک گھر کی تصویر مکمل کی گئی ہے۔ ان چوکور خاکوں میں کھڑکیاں اور دروازے ظاہر کرنے کے لیے مزید خاکے بنائے گئے ہیں۔ آخر میں ان سب خاکوں میں مختلف رنگ بھرے گئے ہیں۔ گھر کے آگے ہرے رنگ کی گھاس کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ گھروں کے مختلف نمونے بنا سکتے ہیں۔ ☆

# میرے ابّا جان

ڈاکٹر جاوید اقبال

اقبال، اس میں کوئی شک نہیں دنیا کی نظر میں ایک ممتاز شاعر، فلسفی اور پیغام بر کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ ایک انسان بھی تھے، ایک ایسے انسان جس کا گھر ہو، بیوی ہو اور جسے اپنے بچوں سے محبت ہو۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں ان سے محبت کرنے کے بجائے خوف زیادہ کھاتا تھا۔

میں بچپن میں بے حد شریر تھا، اس لیے اماں جان سے بلاناغہ مار کھانا میرا معمول بن چکا تھا۔ پڑھائی سے بھی کوئی خاص دل چسپی نہ تھی، مگر ابا جان سے میں نے بہت کم مار کھائی ہے۔ میرے لیے ان کی جھڑک ہی کافی ہوا کرتی تھی۔ ابا جان جب کبھی ناراض ہوتے تو ان کے منھ سے یہی الفاظ نکلتے: ''احمق آدمی، بے وقوف!'' یہاں ابا جان سے مار کھانے کا ایک واقعہ یاد آیا۔ بچپن میں مجھے روزانہ ایک آنہ خرچ کرنے کو ملتا اور اسے خرچ کر چکنے کے بعد خواہ میں اماں جان سے کتنی ہی منتیں کرتا، مجھے مزید کچھ نہ ملتا، بلکہ ہر لمحہ ان کے ناراض ہونے کا ڈر رہتا۔ ایک بار اتفاق یوں ہوا کہ کوئی مٹھائی بیچنے والا ہمارے گھر کے سامنے آیا۔ مٹھائی دیکھ کر ہم للچائے، مگر جیب خالی تھی۔ اسے بٹھایا اور اماں جان کے پاس دوڑے آئے کہ شاید کچھ مل جائے، مگر انھوں نے ٹکا سا جواب دے دیا۔ طبیعت ضدی تھی۔ خیال آیا کہ اس خوانچہ فروش سے پوچھیں کہ پیتل لے کر مٹھائی دے سکتا ہے یا نہیں۔ بد قسمتی سے اس نے ہاں کہہ دی۔

بس پھر کیا تھا، سائے کی طرح ابا جان کے کمرے میں آئے اور ایک طرف پڑے ٹیبل فین کے پیچھے لگے پیتل کے پرزے کو اُتار کر خوانچہ فروش کو دے آئے اور مٹھائی لے لی، لیکن شامتِ اعمال سے ہمارا شوفر اِدھر سے گزر رہا تھا۔ اس نے آ کر ابا جان سے شکایت کر دی۔ ہم خوشی سے اُچھلتے کودتے جو گھر میں داخل ہوئے تو اطلاع ملی کہ ابا جان بلا رہے ہیں۔ ڈرتے ڈرتے ابا جان کے کمرے میں گئے، وہ اپنی آرام کرسی پر نیم دراز تھے، ہمیں دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور تین چار تھپڑ ہماری گردن پر جما دیے۔

ابا جان مجھے جب کبھی مارتے تو گُدّی پر مارتے۔ وہ زور سے تو نہ مارتے، مگر گدی جسم کا

ایک ایسا حصہ ہے جہاں چوٹ زیادہ لگا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر مجھے ان سے کبھی مار کھانے کا اتفاق ہوا ہے تو اس کی وجہ جھوٹ بولنا تھی۔

ہم گھر میں شور نہ مچا سکتے تھے۔ اگر میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ باہر دالان میں کبھی کرکٹ کھیل رہا ہوتا تو ہمیں حکم ملتا کہ یہاں مت کھیلو اور ہم منھ لٹکا کر وہاں سے چل دیتے، لیکن بعض اوقات ہمارے کھیل میں خود بھی شریک ہو جایا کرتے تھے، مگر ہمارے ہاتھ ان کی طرف گیند پھینکتے پھینکتے تھک جاتے، مگر وہ بلا تھامے "ٹھپ ٹھپ" کرتے رہتے۔ ایک بار وہ اندر بیٹھے تھے۔ ہم نے جو ہٹ لگائی تو گیند دروازے کے شیشے کو توڑتی ہوئی ان کے کمرے میں جا گری۔ اس دن سے ہمیں کرکٹ کھیلنے کی ممانعت کر دی گئی۔

ابا جان کی تمنا تھی کہ میں تقریر کرنا سیکھوں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ کُشتی لڑا کروں۔ اس سلسلے میں میرے لیے گھر میں ایک اکھاڑا بھی کھدوایا گیا تھا۔ پھر بڑی عید کے دن مجھے ہمیشہ تلقین کیا کرتے تھے کہ بکرے ذبح ہوتے وقت میں وہاں موجود رہوں، لیکن ان کا اپنا یہ حال تھا کہ کسی قسم کا خون بہتے نہ دیکھ سکتے تھے۔

ابا جان کو انگریزی لباس سے سخت نفرت تھی۔ مجھے ہمیشہ شلوار اور اچکن پہننے کی تلقین کرتے تھے۔ اگر میں کبھی غلطی سے اپنی قیمصوں یا شلواروں کا کپڑا بڑھیا قسم کا خرید لاتا تو بہت خفا ہوتے، کہتے: "تم اپنے آپ کو کسی رئیس کا بیٹا سمجھتے ہو، تمھاری طبیعت میں امارت کی بُو ہے۔ اگر تم نے اپنے یہ انداز نہ چھوڑے تو میں تمھیں کھدّر کے کپڑے پہنوا دوں گا۔"

میرے لیے بارہ آنے سے زائد قمیص کا کپڑا خریدنا یا آٹھ روپے سے زائد کے بوٹ خریدنا جرم تھا، جس کی سزا کافی کڑی تھی۔ ویسے اگر انھیں کبھی یہ معلوم ہو جاتا کہ میں آج پلنگ پر سونے کے بجائے فرش پر سویا ہوں تو بڑے خوش ہوتے۔

اپنی زندگی میں صرف ایک بار انھوں نے مجھے بائیسکوپ دیکھنے کی اجازت دی۔ وہ ایک انگریزی فلم تھی، جس میں نپولین کا عشق دکھایا گیا تھا، مگر مجھے یاد ہے کہ ابا جان کو یہ نہ بتایا گیا، بلکہ کہا گیا کہ اس فلم میں نپولین کے حالاتِ زندگی ہیں۔ ابا جان دنیا بھر کے جری سپہ سالاروں سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے، مجھے اکثر خالد بن ولید اور فاروقِ اعظمؓ کی باتیں سنایا کرتے۔

آخری ایّام میں ابا جان کی نظر بہت کم زور ہو گئی تھی، اس لیے مجھے حکم تھا کہ روزانہ صبح اخبار پڑھ کر سنایا کروں۔ اگر کسی لفظ کا تلفظ غلط ہو جاتا تو بہت ناراض ہوتے۔ اسی طرح میں رات کو انھی کی کوئی غزل گا کر بھی سنایا کرتا۔ ان دنوں مجھے ان کی صرف ایک غزل یاد تھی: "گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر۔" ابا جان کے سامنے وہ غزل پڑھنا میرے لیے ایک مصیبت ہوا کرتی۔ اگر کوئی شعر غلط ہو جاتا تو ناراض ہوتے اور کہتے! "شعر پڑھ رہے ہو یا نثر؟"

ابا جان سے لوگ گھر ملنے آتے تھے، ہر شام احباب کی محفل جما کرتی۔ ان کی چارپائی کے گرد بہت سی کرسیاں رکھی ہوتیں اور لوگ ان پر بیٹھ جایا کرتے۔ آپ چارپائی ہی پر لیٹے ان سے باتیں کرتے رہتے۔ مجھے خاص طور پر حکم تھا کہ جب کوئی مباحثہ ہو رہا ہو تو میں وہاں موجود رہوں، لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی دل چسپی نہ ہوا کرتی اور میں موقع پا کر وہاں سے کھسک جاتا، جس پر انھیں بہت رنج ہوتا اور اپنے احباب سے کہتے: "یہ لڑکا میرے پاس بیٹھنے سے گریز کرتا ہے۔" اب وہ تنہائی بھی محسوس کرنے لگے تھے۔ اکثر افسردگی سے کہا کرتے: "میں سارا دن یہاں مسافروں کی طرح پڑا رہتا ہوں، میرے پاس آ کر کوئی نہیں بیٹھتا۔"

آخری رات ان کی چارپائی گول کمرے میں بچھی تھی۔ عقیدت مندوں کا جمگھٹا تھا، میں کوئی نو بجے کے قریب اس کمرے میں داخل ہوا تو پہچان نہ سکے۔ پوچھا: "کون ہے؟" میں نے جواب دیا: "میں جاوید ہوں۔" ہنس پڑے، پھر بولے: "جاوید بن کر دکھاؤ تو جانیں۔"

پھر چودھری محمد حسین سے مخاطب ہوئے: "چودھری صاحب! اسے جاوید نامہ کے آخر میں وہ دعا خطاب بہ جاوید ضرور پڑھوا دیجیے گا۔" اس رات ہمارے ہاں بہت سے ڈاکٹر آئے ہوئے تھے۔ ہر کوئی ہراساں دکھائی دیتا تھا، کیوں کہ ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ آج کی رات بہت مشکل سے گزرے گی۔ کوٹھی کے صحن میں کئی جگہوں پر دو دو، تین تین کی ٹولیوں میں لوگ کھڑے باہم سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ابا جان سے ڈاکٹروں کا یہ جواب مخفی رکھا گیا تھا، مگر وہ بڑے تیز فہم تھے۔ انھیں اپنے احباب کا یہ بکھرا ہوا شیرازہ دیکھ کر یقین ہو گیا کہ بساط عنقریب اُلٹنے والی ہے، لیکن اُس رات وہ ضرورت سے زیادہ ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔

(ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب سے اقتباسات)

اُٹھا کے بولا: ''اے اللہ میاں! جبریلؑ سے کہیے کہ وہ میکائیلؑ کے ذریعے اسرافیلؑ کو طلب کریں، تاکہ اسرافیلؑ، عزرائیلؑ سے کہیں کہ اس ملعون اور کنجوس رئیس کی روح قبض کرلیں۔''

**مرسلہ**: سید قانت علی ہاشمی، کورنگی

😊 ماں نے بیٹے سے کہا: ''دیکھو بیٹا! اگر تم آج خاموشی سے اسکول چلے جاؤ اور دن بھر کوئی شرارت نہیں کرو تو میں تمھیں شام کو دو روپے کا بالکل نیا چمکتا ہوا سکہ دوں گی۔''

بیٹے نے معصومیت سے کہا: ''نیا اور چمکتا ہوا سکہ آپ اپنے ہی پاس رکھیے۔ مجھے تو بس میلا سا ایک نوٹ دے دیں، دس روپے کا۔''

**مرسلہ**: روبینہ ناز، کراچی

😊 عورت کی چیخ سن کر ایک آدمی جوتے کی دکان سے نکل کر بھاگا، پولیس نے ڈاکو سمجھ کر اسے پکڑ لیا اور عورت کے پاس لا کر کہا: ''آپ کے چیخنے کی وجہ سے اسے پکڑ لیا۔ یہ کہتا ہے کہ میں شریف آدمی ہوں۔''

عورت نے کہا: ''یہ ٹھیک کہتا ہے، میں تو جوتے کی قیمت سن کر چیخی تھی۔''

**مرسلہ**: حفصہ محمد طاہر قریشی، نواب شاہ

😊 ایک پاگل: ''مجھے آزاد کردو، ورنہ میں اسپتال کی چھٹی منزل سے چھلانگ لگا دوں گا۔''

ڈاکٹر: ''لیکن اس اسپتال کی تو صرف تین منزلیں ہیں۔''

پاگل: ''کوئی بات نہیں، میں دو مرتبہ چھلانگ لگا دوں گا۔''

**مرسلہ**: عائشہ رانی، پنڈ دادن خان

😊 استاد: ''تمھیں شرم آنی چاہیے، تم نے حساب کے پرچے میں ۱۰۰ میں سے صرف ایک نمبر لیا ہے۔''

شاگرد: ''آپ نے ہی تو کہا تھا کہ صفر کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔''

**مرسلہ**: سیدہ اریبہ بتول، کراچی

😊 ایک بچہ سالانہ امتحان کی رپورٹ لے کر گھر آیا اور چیخنے لگا: ''ابا جان! آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔''



والد نے یہ سمجھا کہ میرا نالائق بیٹا امتحان میں پاس ہو گیا ہے، اس لیے مبارک باد دے رہا ہے۔ پھر بھی باپ نے پوچھا: ''خوشی کی کیا بات ہے۔''

بیٹے نے جواب دیا: ''ابا جان! آپ نے کہا تھا کہ میں پاس ہو جاؤں تو مجھے پانچ ہزار روپے انعام دیں گے، آپ کے وہ پانچ ہزار روپے بچ گئے۔''

**مرسلہ**: شایان شکیل، کریم آباد، کراچی

😊 ایک مٹھائی فروش کو ملازم کی تلاش تھی۔ اسی تلاش میں دفتر روزگار جا پہنچا۔ دفتر کے انچارج نے اس سے پوچھا: ''آپ کو کس قسم کا ملازم چاہیے؟ بوڑھا، جوان، شادی شدہ، کنوارا، تجربے کار یا غیر تربیت یافتہ۔''

مٹھائی فروش بولا: ''ان خصوصیات کی پروا نہیں ہے، میری تو صرف ایک شرط ہے کہ اسے شوگر کا مرض ہو۔''

**مرسلہ**: فریعہ عمر بنگش، حیدر آباد

😊 ایک اداکار اپنے دوستوں کے درمیان بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا: ''کل رات اسٹیج پر میری اداکاری دیکھ کر لوگوں کے منھ کھلے کے کھلے رہ گئے۔''

ایک دوست بولا: ''ناممکن، اتنے سارے لوگ ایک ہی وقت میں جماہی کیسے لے سکتے ہیں؟''

**مرسلہ**: نصرت شاہین، بہاول پور

😊 ایک بچے نے اپنے باپ سے سوال کیا: ''ابو! جب آپ فیل ہوئے تھے تو دادا جان نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟''

باپ نے جواب دیا: ''انھوں نے میری خوب پٹائی کی تھی۔''

بچہ: ''اور جب دادا جان فیل ہوئے تھے تب؟''

والد: ''تو ان کے ابا نے ان کا سر پھوڑ دیا تھا۔''

بچہ بولا: ''ابا جان! اگر آپ مجھ سے تعاون کریں تو یہ خاندانی دہشت گردی ہمیشہ کے لیے ختم کی جا سکتی ہے، میں بھی فیل ہو گیا ہوں۔''

**مرسلہ**: اعراف نعیم الدین انصاری، کراچی

☆☆☆

# بیت بازی

ندیم جو بھی ملاقات تھی ، ادھوری تھی
کہ ایک چہرے کے پیچھے ہزار چہرے تھے

شاعر: احمد ندیم قاسمی پسند: عبدالرافع، لیاقت آباد

گلشن پرست ہوں ، مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں

شاعر: جگر مراد آبادی پسند: شائلہ خرم، کورنگی

اٹھ کر تو آ گئے ہیں تری بزم سے ، مگر
کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے

شاعر: فیض احمد فیض پسند: ثمینہ فرخ جنجوعہ، پنڈ دادن خان

اپنے ہی ہوتے ہیں جو دل پہ وار کرتے ہیں محسن
غیروں کو کیا خبر دل کس بات پر دکھتا ہے

شاعر: محسن نقوی پسند : روبینہ ناز، کراچی

یہ ڈر ہے سب کو کہ پتھر کے ہو نہ جائیں کہیں
اسی سبب سے کوئی مڑ کے دیکھتا بھی نہیں

شاعرہ: عنبرین (؟) نقوی پسند: کومل ظہیر، کراچی

اس خوف سے کمال ، یہاں سب ہیں دم بخود
ہونٹوں تک آ نہ جائے کہیں ، جو دلوں میں ہے

شاعر : حسن اکبر کمال پسند: اکبر گندو، سکندر آباد

چراغِ آخرِ شب ! اس قدر اُداس نہ ہو
کہ تیرے بعد اندھیرا نہیں ، اُجالا ہے

شاعر : انعام اللہ خاں یقین پسند: نائلہ، کراچی

غضب ہے جستجوئے دل کا یہ انجام ہو جائے
کہ منزل دور ہو اور راستے میں شام ہو جائے

شاعر: شعری بھوپالی پسند : اسامہ حبیب، نیو کراچی

ہم نیند کے شوقین زیادہ نہیں ، لیکن
کچھ خواب نہ دیکھیں تو گزارہ نہیں ہوتا

شاعر: شعیب بن عزیز پسند: حسنین راحت، کراچی

عجب خوابوں سے میرا رابطہ رکھا گیا ہے
مجھے سوئے ہوؤں میں جاگتا رکھا گیا ہے

شاعر: جاوید انور پسند: حذیفہ، میرپور خاص

فاصلہ کچھ نہیں ترے در تک
زندگی درمیان پڑتی ہے

شاعر: کلیم جلیسری پسند: عمران علی شیر، ٹنڈو آدم

اچانک کس لیے مرجھا گیا ہے
ہوا نے پھول سے کیا کہہ دیا ہے

شاعر: مظفر احمد ضیاء پسند: ثروت، لیاقت آباد

اشکِ غم لے کے آخر کہاں جائیں ہم
آنسوؤں کی یہاں کوئی قیمت نہیں

شاعر : راز الہ آبادی پسند : نعمان ظہیر، پنوعاقل

کون سا قہر یہ آنکھوں پہ ہوا ہے نازل
ایک مدت سے کوئی خواب نہ دیکھا ہم نے

شاعر : اخلاق شہریار پسند : عبدالرحمٰن، لانڈھی

انتظار کی گھڑیاں ختم

## ہمدرد نونہال کا شمارہ جون ۲۰۱۴ء

## خاص نمبر ہوگا

انوکھی، سنسنی خیز، جادوئی، مزاحیہ کہانیاں، تاریخی واقعات
سائنسی، معلوماتی، دینی اور اصلاحی تحریریں

☆ شہید حکیم محمد سعید کی مزے مزے کی باتیں

☆ محترمہ سعدیہ راشد کی ایک خصوصی تحریر

☆ مسعود احمد برکاتی کی مفید اور دل چسپ باتیں

☆ اشتیاق احمد کا ایک مکمل ناول

آسان انعامی سلسلے، چٹ پٹے لطیفے، مسکراتے کارٹون، نادر اقوال
مزے مزے کی نظمیں اور اشعار

خاص نمبر کے ساتھ خاص تحفہ بھی

☆ بھرپور رسالہ ☆ مکمل ناول ☆ پوری کتاب

اپنے اور اپنے دوستوں کے لیے ابھی سے بک کرا لیں

ہر بک اسٹال پر دستیاب ہوگا

انعامی سلسلہ ۲۲۰

# معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اپریل ۲۰۱۴ء تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ........ سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ (۳۰ ۔ ۳۳ ۔ ۴۰)

۲۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان صلح حدیبیہ سنہ ........ ہجری میں طے پائی تھی۔ (۶ ۔ ۸ ۔ ۱۰)

۳۔ سب سے پہلے پولیس کا محکمہ ........ کے دورِ حکومت میں قائم کیا گیا تھا۔ (حضرت ابوبکرؓ ۔ حضرت عمر فاروقؓ ۔ حضرت عثمان غنیؓ)

۴۔ عظیم مسلمان سائنس داں بو علی سینا نے ........ میں وفات پائی۔ (۱۰۳۰ء ۔ ۱۰۳۳ء ۔ ۱۰۳۷ء)

۵۔ عربی زبان کے حروف تہجی کی تعداد ........ ہے۔ (۲۸ ۔ ۳۲ ۔ ۳۶)

۶۔ پاکستان میں سب سے طویل دورِ صدارت ........ کا تھا۔ (محمد ایوب خاں ۔ جنرل ضیاء الحق ۔ ذوالفقار علی بھٹو)

۷۔ پاکستان میں تیار کردہ پہلی جیپ کا نام ........ رکھا گیا تھا۔ (مہربان ۔ آن ۔ نشان)

۸۔ ''رستم پاکستان'' کا خطاب ........ کو دیا گیا تھا۔ (جھارا پہلوان ۔ بھولو پہلوان ۔ یونس پہلوان)

۹۔ ''کاسابلانکا'' ........ کا ایک شہر ہے۔ (مراکش ۔ قبرص ۔ تونس)

۱۰۔ ترکی کے قدیم شہر ''سمرنا'' کا نام تبدیل کر کے ........ رکھا گیا ہے۔ (سمرقند ۔ انقرہ ۔ ازمیر)

۱۱۔ شہری دفاع کا عالمی دن ........ کو منایا جاتا ہے۔ (یکم مارچ ۔ ۴ مارچ ۔ ۸ مارچ)

۱۲۔ مغل بادشاہ شاہ جہاں کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ........ تھا۔ (اورنگ زیب ۔ دارا شکوہ ۔ مراد بخش)



۱۳۔ ''حزب'' ........ زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں، گروہ، جماعت، جتھا۔ (عبرانی ۔ عربی ۔ فارسی)

۱۴۔ ''WALLNUT'' انگریزی زبان میں ........ کو کہتے ہیں۔ (خوبانی ۔ اخروٹ ۔ پستہ)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: اپنے گریبان میں ........ ڈال کر دیکھنا۔ (ہاتھ ۔ منھ ۔ نظر)

۱۶۔ مرزا داغ دہلوی کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے — خدا بخشے، بہت سی ........ تھیں مرنے والے میں

(خرابیاں ۔ خامیاں ۔ خوبیاں)

## کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۲۰ (اپریل ۲۰۱۴ء)

نام: ____________________

پتا: ____________________

____________________

____________________

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اپریل ۲۰۱۴ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

## کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۱۴ء)

عنوان: ____________________

نام: ____________________

پتا: ____________________

____________________

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ - اپریل ۲۰۱۴ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا دیجیے۔




www.paksociety.com

# جھوٹ کا تہوار

نسرین شاہین

اتوار کا دن تھا۔ گھر کے سب لوگ کھانے کی میز پر جمع تھے اور شام کو کہیں گھومنے پھرنے کا پروگرام بن رہا تھا کہ اچانک دروازے کی گھنٹی بجی۔ آٹھ سالہ بچہ دروازے پر جانے لگا تو بچے کے باپ نے کہا: ''اگر کوئی میرا پوچھے تو کہہ دینا کہ ابو گھر پر نہیں ہیں، شاید دیر سے آئیں گے۔''

بچے نے دروازے پر آکر دیکھا تو ان کے والد کے دوست موجود تھے، جو ایک ضروری کام سے گھر پر آئے تھے۔ بچے نے بڑے اطمینان کے ساتھ وہی جھوٹ بول دیا، جو باپ نے بتایا تھا کہ ابو گھر پر نہیں ہیں، شاید دیر سے آئیں گے۔ والد کے دوست یہ جواب سن کر خاموشی سے واپس چلے گئے۔ بچے نے گھر کے اندر آکر والد سے سوال کیا: ''ابو! آپ تو گھر پر ہی تھے، پھر آپ نے جھوٹ کیوں بولا کہ آپ گھر پر نہیں ہیں؟''

والد نے جواب دیا: ''میں ان سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ایک کام کے سلسلے میں میرے پاس آئے تھے، اس لیے مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔''

جھوٹ کے معنی غلط بیانی کے ہیں۔ یہ ایک ایسا قابلِ شرم عمل ہے، جسے معاشرے کے ہر طبقے میں بُرا سمجھا جاتا ہے۔ جھوٹا شخص اللہ اور دنیا بھر کے لوگوں کے نزدیک بہت بُرا تصور کیا جاتا ہے، اسی لیے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ قرآن و حدیث میں جھوٹ کی سخت مذمت آئی ہے۔

حضورِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے: ''جھوٹ گناہ کی

طرف لے جاتا ہے، گناہ دوزخ میں پہنچا دیتا ہے اور جھوٹ بولتے بولتے آدمی اللہ کے ہاں جھوٹا لکھا جاتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے عرض کی: ''یا رسول اللہ! جنت میں لے جانے والا عمل کیا ہے؟''

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے، ایمان سے بھرپور ہو جاتا ہے اور جو ایمان کا حامل ہوگا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔''

صحابیِ رسولؐ نے پھر عرض کیا: ''دوزخ میں لے جانے والا عمل کیا ہے؟''

آپؐ نے فرمایا: ''جھوٹ بولنا۔ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کا کام کرتا ہے اور جب گناہ کا کام کرتا ہے تو کفر کرتا ہے اور وہ دوزخ میں لے جانے والا کام ہے۔'' (مسند احمد)

اس فرمانِ رسولؐ سے معلوم ہوا کہ جھوٹ انسان کو کفر میں داخل کر دیتا ہے اور جھوٹ بولنے والے کو پتا بھی نہیں چلتا کہ وہ دوزخ کی طرف جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والوں پر سخت لعنت بھیجی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

یوں تو جھوٹ بولنے کی بہت سی وجوہ یا مقاصد ہو سکتے ہیں، مگر عالمی طور پر منائی جانے والی اس ناشائستہ رسم ''اپریل فول ڈے'' میں بولے جانے والے جھوٹ کا مقصد صرف دوسروں کو پریشان کر کے لطف حاصل کرنا ہے۔

جھوٹ کا یہ تہوار منانے کے لیے لوگ مذاق میں جھوٹ بولتے ہیں، مگر اس جھوٹ کے ہمارے معاشرے پر بڑے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے، بڑے اہتمام کے ساتھ اپریل فُول مناتے ہیں اور اسے بُرائی بھی نہیں سمجھتے۔ حال آں کہ اپریل فول کی وجہ سے بہت سے اَلم ناک واقعات بھی پیش آ چکے ہیں، مگر پھر بھی اس بُرائی کو ختم کرنے پر توجہ نہیں دی جاتی۔ جب کہ علما سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ مذاق میں بھی نہیں بولنا چاہیے۔

جھوٹ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ ہم سب کو اس سے ہر صورت میں بچنا چاہیے، کیوں کہ جھوٹ انسان کو دنیا میں تو ذلیل و خوار کرتا ہی ہے، آخرت کی دنیا میں بھی جھوٹ بولنے والے کو اس جھوٹ کی وجہ سے بڑا عذاب سہنا پڑے گا۔

اللہ ہم سب کو جھوٹ کی بُرائی سے محفوظ رکھے۔ آپ خود بھی جھوٹ سے بچیں اور اپنے دوستوں کو بھی اس سے بچنے کا مشورہ دیں۔ یہ نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔

☆

## نظمیں بھیجنے والے

نظمیں بھیجنے والے نونہال یہ وضاحت کر دیا کریں کہ نظم انھوں نے خود لکھی ہے۔ اگر خود لکھی ہے تو پہلے اپنے استاد یا کسی شاعر کو دکھا کر ضرورت کے مطابق اصلاح و درستی کرا لیں۔

نظم اگر کسی دوسرے شاعر کی ہے تو اس شاعر کا نام ضرور لکھیے۔ اس صورت میں ہم شاعر کے نام کے ساتھ نظم بھیجنے والے نونہال کے نام سے پہلے ''پسند'' کا اضافہ کر دیں گے۔ اگر آپ نظم لکھنے والے شاعر کا نام نہیں لکھیں گے تو نظم شائع نہیں کریں گے۔

☆

## نونہال مصور

طوبیٰ فاروق حسین شیخ، ڈکار پور

فاطمہ رحیم، راولپنڈی کینٹ

سدرہ مرسلین، کراچی

محمد حاشر مرسلین، کراچی

مہک اکرم، لیاقت آباد

سرکشا کماری، لاڑکانہ

علینہ بی بی، گاؤں میاں ڈھیری



# دنیا کے نامور ادیب

**حسن ذکی کاظمی کے قلم سے**

**ولیم شیکسپیئر** انگریزی ادب کے عظیم ڈراما نگار شیکسپیئر کے حالاتِ زندگی، جس کے ڈرامے ساری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں۔ یہ کتاب اس کے کارناموں سے واقف کرانے میں بہت مددگار ہے۔

شیکسپیئر کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۲۵ روپے

**سیموئل ٹیلر کولرج** انگریزی کے اس عظیم شاعر نے محنت، شوق اور صلاحیتوں سے علم سیکھا اور شعر و ادب اور فلسفے کی دنیا میں اپنا اہم مقام بنایا۔ کولرج جدید ادبی تحریک کے ابتدائی دور کا نمائندہ شاعر ہے۔ اس کتاب میں اس کے حالاتِ زندگی دیے گئے ہیں۔

کولرج کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

**ولیم ورڈز ورتھ** انگریزی ادب میں جدید ادبی تحریک کا نمائندہ شاعر جس نے انگریزی شاعری کو ایک نیا رخ دیا۔ سانیٹ بھی لکھے اور مضامین بھی۔ اس کتاب میں اس کی زندگی کے حالات اور کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔

ولیم ورڈز ورتھ کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

**برونٹے سسٹرز** جب یورپ میں عورتوں پر تعلیم کے دروازے بند تھے، تین بہنوں نے اپنی شاعری اور ناولوں کے ذریعے سے عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کے لیے آواز بلند کی۔ یہ ایک دل چسپ، معلوماتی کہانی ہے، جو آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

برونٹے بہنوں کی خوب صورت تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

**چارلس ڈکنز** بچپن میں غربت کی زندگی گزارنے والا ایک عظیم ناول نگار کیسے بنا؟ کتابیں پڑھنے کے شوق نے اسے آگے بڑھنے کا حوصلہ بخشا اور دنیا کے نامور ادیب کا اعلا مقام عطا کیا۔

ٹائٹل پر ڈکنز کی خوب صورت تصویر صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

# تصویر خانہ

محمد انعام الرحمٰن قادری، کاموکی

یمنیٰ عمران، دستگیر سوسائٹی

بلال، مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ

عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ

روا زینب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

سید قانت علی ہاشمی، کورنگی

سید ماثر علی ہاشمی، کورنگی

سید باذل علی ہاشمی، کورنگی

# احمق کی بیوی

ابرار محسن
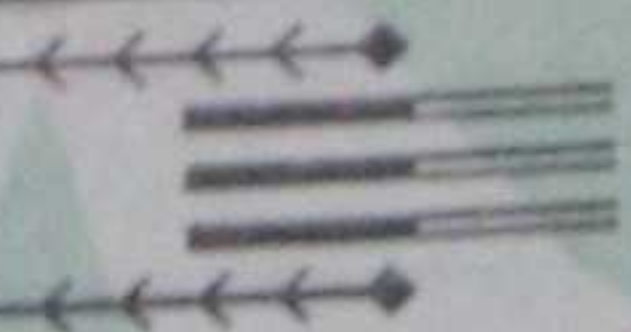
کسی جگہ ایک تاجر رہتا تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ بد نصیبی یہ تھی کہ وہ لڑکا انتہائی احمق تھا۔ اس کی بے عقلی ساری بستی میں مشہور تھی۔ ناسمجھ اولاد جی کا جنجال ہوتی ہے۔ سب لوگ اس پر ہنستے تھے۔ تاجر اس کی احمقانہ باتوں کو سن کر اپنا سر پیٹ لیتا تھا۔ سمجھ دار اولاد پر والدین فخر کرتے ہیں، مگر تاجر کے بیٹے نے اسے سوائے شرمندگی کے کچھ نہیں دیا۔ تاجر اکثر اپنے نصیب کو روتا۔ بیٹے سے وہ سیدھے منھ بات بھی نہیں کرتا تھا۔

تاجر کی بیوی چاہتی تھی کہ باپ بیٹے ایک دوسرے سے ایسے بدظن نہ ہوں۔ اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ بیٹے کی شادی ہو جائے۔

وہ تاجر سے کہتی: ''میرا بیٹا اتنا بھی بے وقوف نہیں۔ تم تو بس یونہی اس کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ اس کی خوبیوں کو نہیں دیکھتے۔''

تاجر غصے سے کہتا: ''تم ایک ماں ہو اور ماں تا اندھی ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لڑکا دو کوڑی کا بھی نہیں۔ آخر اس کی کوئی ایک خوبی ہی بتا دو۔ میں نے ایسا گھامڑ لڑکا نہیں دیکھا۔ یہ دنیا کا سب سے احمق لڑکا ہے۔''

بیوی ہمیشہ کہتی: ''میری مانو، اس کا بیاہ کر دو۔ خود بخود سنبھل جائے گا۔''

تاجر کا ایک ہی جواب ہوتا: ''مجھے کسی لڑکی کا نصیب نہیں پھوڑنا۔ میں جانتے بوجھتے یہ زیادتی نہیں کر سکتا۔''

پھر بھی جب بیوی مسلسل اصرار کرتی رہی تو تاجر نے اس سے کہا: ''اگر تمھاری ضد ہے تو میں اسے ایک موقع دے سکتا ہوں۔ اسے میرے پاس بھیج دو۔''

جب لڑکا آگیا تو اس نے کہا: ''میں تجھے تین رُپے دیتا ہوں۔ ایک رُپے سے بازار جا کر اپنے لیے کچھ خرید لے۔ دوسرے رُپے کو ندی میں پھینک دے اور تیسرے رُپے سے کوئی ایسی چیز خریدنا، جسے کھا کر پیٹ بھر جائے، اسے دانتوں سے کاٹا جا سکے، اسے پیا جا سکے، اسے زمین میں بویا جا سکے اور اسے گائے بھی کھا سکے۔ یہ تیرا امتحان ہے۔''

لڑکے نے دل میں کہا یہ کیسا انوکھا امتحان ہے۔ ایسا پاگل پن کا امتحان نہ دیکھا نہ سنا۔ یہ امتحان تو اچھے اچھوں کے چھکے چھڑوا دے، میں کیا کروں۔

اس کی مٹھی میں رُپے تھے اور وہ قسمت کو رو رہا تھا۔ اسی اُلجھن میں گرفتار وہ بازار پہنچا۔ اسے پہلے رُپے کا جو استعمال کرنا تھا، وہ سب سے آسان تھا۔ اس نے ایک



رُپے کی مٹھائی خرید لی۔ اس کے بعد جب وہ ندی کے کنارے پہنچا اور جیسے ہی دوسرے رُپے کو پھینکنے لگا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ کیا ندی میں رُپیا پھینکنا بے وقوفی نہیں ہے؟ اور اس نے وہ رُپیا جیب میں رکھ لیا۔

اب اس کی سب سے بڑی اُلجھن تیسرے رُپے کے استعمال کی تھی۔ وہ اس اُلجھن میں مبتلا کھڑا تھا کہ ایک آواز نے اسے چونکا دیا: ''کس اُلجھن میں ہو؟''

وہ ایک لوہار کی بیٹی تھی، جو اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

''اری جا، میری اُلجھن تیری سمجھ میں نہیں آئے گی۔'' لڑکے نے جھنجلا کر کہا۔

لڑکی بولی: ''تو مجھے بتا تو سہی۔ شاید میں تیری کچھ مدد کر سکوں۔''

لڑکے نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے اپنے باپ کے تین رُپے اور تیسرا رُپیا خرچ کرنے کی شرط دہرا دی اور کہا: ''اب تو خود سوچ کہ یہ سب کیسے ممکن ہے؟ یہی میری

اُلجھن ہے۔"

لڑکی اس کی یہ بات سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور کہنے لگی: "ارے بدھو! یہ کام تو بہت آسان ہے۔ دیکھ، تو ایک رُپے کا تربوز خرید لے۔ اس کا گودا کھایا جا سکتا ہے، اس کو دانتوں سے کاٹا جاسکتا ہے، اس کے رس کا شربت پیا جاتا ہے۔ اس کے بیج بوئے جاتے ہیں اور اس کا چھلکا گائے کھاتی ہے۔ آیا سمجھ میں؟"

جب اس نے واپس آکر باپ کو ساری بات بتا کر تربوز دیا تو وہ سمجھ گیا کہ کسی نے بیٹے کی مدد کی ہے۔ پوچھنے پر لڑکے نے صاف صاف بتا دیا کہ اسے لوہار کی لڑکی نے یہ عقل سُجھائی تھی۔

باپ نے دل میں کہا: "اس احمق کے لیے یہی بہتر ہے کہ اس کا بیاہ اس لڑکی سے کر دیا جائے۔" یہ سوچ کر وہ لوہار کے گھر گیا۔ لوہار کی بیٹی گھر میں اکیلی تھی۔ تاجر نے پوچھا: "تیرے ماں باپ کہاں ہیں؟"

لڑکی نے کہا: "میری ماں اپنے الفاظ بیچنے گئی ہے اور میرا باپ ایک رُپے سے ہیرا خریدنے گیا ہے۔"

تاجر حیران تھا۔ اس بات کا مطلب پوچھنے پر لڑکی نے سمجھایا: "دو خاندانوں میں جھگڑا ہو گیا ہے۔ میری ماں اپنے الفاظ سے انھیں سمجھا بجھا کر جھگڑا ختم کرانے گئی ہے جس کا اجر اللہ دے گا اور باپ ایک رُپے سے چراغ خریدنے گیا ہے۔"

تاجر لڑکی کی عقل مندی کی باتیں سن کر دنگ رہ گیا۔ جب لوہار اور اس کی بیوی گھر واپس آئے تو تاجر نے ان سے کہا کہ وہ ان کی بیٹی سے اپنے لڑکے کی شادی کرنا



چاہتا ہے۔ لوہار اور اس کی بیوی تاجر کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً رضامند ہو گئے۔

دنیا کا دستور ہے کہ ہر خاندان میں جہاں ہمدرد ہوتے ہیں وہاں کچھ حسد کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ ان حاسدوں نے لڑکے کو ورغلانا شروع کر دیا: "تمھارا باپ تمھاری شادی ایک لوہار کی لڑکی سے کر رہا ہے۔"

لڑکے نے کہا کہ وہ مجبور ہے اور اپنے باپ کے حکم کے سامنے بے بس ہے۔ حاسدوں نے صلاح دی کہ وہ ایسی شرط رکھ دے، جس سے لوہار اور اس کی بیوی ڈر کر اس رشتے کو نامنظور کر دیں۔ یوں لڑکے نے شرط رکھی کہ وہ شادی کے بعد اپنی بیوی کو دن میں سات بار مارے گا۔ اسے یقین تھا کہ اس شرط کو سن کر لوہار شادی سے انکار کر دے گا، لیکن لوہار اس شرط پر بھی راضی ہو گیا۔ شادی ہو گئی۔ پہلے دن جب لڑکے نے بیوی کو مارنے کے لئے ڈنڈا اُٹھایا تو بیوی بول اُٹھی: "شادی کے ایک ہفتے کے اندر بیوی کو مارنا اچھا شگون نہیں ہوتا۔ ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد تم مجھے مار سکتے ہو۔"

لڑکے نے اس کی یہ بات مان لی۔ حاسدوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے لڑکے سے کہا: "تیری بیوی نے تجھے اُلّو بنایا ہے۔"

ادھر تاجر کی بیوی نے تاجر کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ کچھ رقم دے کر بیٹے کو گاؤں سے باہر بھیج دے، تاکہ اسے کچھ تجربہ حاصل ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ اچھا تاجر بن جائے۔

لڑکا تجارت کا کچھ سامان لے کر اپنے کچھ ملازموں کے ساتھ گھر سے نکلا اور کئی دنوں کے سفر کے بعد ایک بڑے شہر میں جا پہنچا۔ وہاں ایک خوب صورت محل میں ایک

چال باز عورت رہتی تھی۔ وہ شطرنج کے کھیل کی ماہر بھی جاتی تھی۔ وہ بڑے بڑے کھلاڑیوں سے شرط لگا کر انھیں شطرنج میں ہرا دیتی اور اپنا غلام بنا لیتی۔ اب اس کے ساتھ شطرنج کھیلنے کا کسی میں حوصلہ نہیں تھا۔

اتفاق سے تاجر کا کم عقل لڑکا اس کی باتوں میں آگیا اور اس کے ساتھ شطرنج کھیلنے پر آمادہ ہوگیا۔ اس مکار عورت کی عادت تھی کہ وہ صرف چراغ کی روشنی میں شطرنج کھیلتی تھی۔ کھیل شروع ہوا۔ تاجر کے لڑکے نے اپنا سارا سامان داؤ پر لگا دیا اور ہار گیا۔ اسے ہارنا ہی تھا۔ وہ مکار عورت جب ہارنے لگتی تو چپکے سے اپنی پالتو بلی کو چھوڑ دیتی۔ بلی چراغ سے ٹکرا کر اسے بجھا دیتی۔ اندھیرا ہونے پر وہ مہروں کی جگہ بدل دیتی۔

اس عورت نے تاجر کے بیٹے اور اس کے ملازموں کو قید خانے میں ڈال دیا، جہاں اور لوگ بھی قید تھے۔

لڑکے نے کسی نہ کسی طرح قید خانے کے نگراں کو اپنے باپ کے نام خط دے کر بھیجا اور اپنی ساری داستان لکھ دی۔ اتفاق سے وہ خط اس کی بیوی کے ہاتھ لگ گیا۔ بیوی فوراً مردانہ بھیس بدل کر اس شہر جا پہنچی اور اس عورت کی ملازمہ کو رشوت دے کر اس کی بلی اور اس کی چال کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں۔ اس کے بعد اس نے اس عورت کو شطرنج کھیلنے کے لیے پیغام بھیجا۔

کھیل شروع ہوا۔ جب وہ عورت ہارنے لگی تو اس نے بلی کو چھوڑ دیا۔ اس وقت لڑکے کی بیوی نے اس پر چوہا چھوڑ دیا، جسے وہ آستین میں چھپا کر لائی تھی۔ بلی چوہے کے پیچھے بھاگی اور مکار عورت بازی ہار گئی۔ ہارنے پر اس کو ساری دولت، محل اور غلاموں سے



ہاتھ دھونا پڑے۔ تمام غلاموں کو آزاد کر دیا گیا اور وہ سب ہنسی خوشی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

اس کے شوہر کی حالت بہت خراب تھی۔ بال بڑھے ہوئے تھے۔ کپڑے چیتھڑے بن چکے تھے۔ اس کے حکم پر شوہر کو اچھی طرح نہلایا گیا۔ نئے کپڑے پہنائے گئے۔ اس کے پرانے کپڑے ایک بکس میں بند کر کے تالا لگا دیا گیا، پھر شوہر کو گھر جانے کی اجازت دے دی۔ شوہر اسے بدلے ہوئے بھیس میں پہچان نہیں سکا۔

شوہر گھر پہنچ گیا اور ماں باپ سے جھوٹ بولا کہ اس نے تجارت میں جو پیسہ کمایا تھا وہ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ جب بیوی گھر پہنچی تو شوہر نے ناراض ہو کر کہا: ''تو کہاں گئی تھی؟ اب میں تجھے بنا مارے نہیں چھوڑوں گا۔''

بیوی بولی: ''میں تمھارے لیے یہ تحفہ لینے گئی تھی۔''

یہ کہہ کر اس نے وہ بکس شوہر کی طرف بڑھا دیا۔ بکس کے اندر چیتھڑوں کو شوہر نے پہچان لیا اور نہایت شرمندہ ہوا۔ اس کے بعد میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔ ☆

# میں نہ بھولوں گا

ادیب سمیع چمن

یہ ان دنوں بات ہے جب موبائل فون نہیں ہوا کرتے تھے۔

ایک دن میں دفتر سے گھر پہنچا، میرے بھانجے ایاز نے مجھے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا: ''ماموں جان! آپ کا ٹیلی گرام آیا ہے۔''

ٹیلی گرام، جسے تار کہا جاتا تھا اور یہ کسی خاص موقعے پر یا ایمرجنسی کی صورت میں آتے تھے، میں بھی ایک دم گھبرا ہی گیا۔ گھبراہٹ کے عالم میں جلدی جلدی پڑھنا شروع کیا تو میرے پاؤں تلے کی مٹی نکل گئی اور آنکھوں میں ایک دم اندھیرا سا چھا گیا۔ لکھا تھا: ''آج صبح موٹر سائیکل پر کالج جاتے ہوئے عقیل کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، حالت بہت نازک ہے۔''

یہ تار عقیل کے گھر سے کسی نے بھیجا تھا۔ عقیل اور میں بچپن کے دوست تھے۔ پہلے ہم ایک ہی شہر میں رہتے تھے اور ساتھ ہی پڑھتے تھے کہ اچانک اس کے ابو، جو ریلوے میں افسر تھے، ان کا تبادلہ بہاول پور ہوگیا۔ چھے سات برسوں سے عقیل اور اس کے گھر والے وہیں مقیم تھے۔ میں سر پکڑ کر پاس رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

امی جان میری حالت دیکھ کر گھبرا گئیں، بولیں: ''کیا بات ہے بیٹے! خیر تو ہے...... تار میں ایسی کیا بات لکھی ہے؟''

میں نے امی کو بتایا: ''امی! تار میں عقیل کے حادثے کی اطلاع دی گئی ہے اور لکھا ہے کہ حالت تشویش ناک ہے۔ امی! آپ تو جانتی ہیں کہ عقیل میرا سب سے اچھا دوست



ہے اور آپ کے بھی، ان کے گھر والوں سے اپنوں جیسے تعلقات ہیں۔''

''یہ واقعی بُری خبر ہے، مگر بیٹا! کہاں کراچی، کہاں بہاول پور، بلکہ اس سے بھی آگے کوئی جگہ ہے، جہاں وہ رہتے ہیں۔''

میرا جانا بہت ضروری تھا۔ ان دنوں موبائل کا نام بھی لوگ نہیں جانتے تھے اور ٹیلے فون بھی کسی کسی کے گھر میں ہوا کرتا تھا۔ ہمارے اپنے گھر میں بھی ٹیلے فون نہیں تھا۔

میں نے امی سے اجازت لی اور جلدی سے اپنا بیگ سنبھال کر گھر سے روانہ ہوگیا۔ اس وقت شام کے چار بج رہے تھے۔ ایک گھنٹہ ایئر پورٹ پہنچنے میں لگ گیا۔ فلائٹ شام ساڑھے سات بجے کی تھی۔ معلوم نہیں کہ عقیل کے گھر بھی فون تھا یا نہیں، کیوں کہ اس نے خط میں کبھی فون نمبر نہیں لکھا تھا، ورنہ میں فون کر کے معلومات کر سکتا تھا۔ البتہ ایک بار اپنے گھر کا پتا اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔

اچانک اعلان کیا گیا کہ پرواز تاخیر سے رات ساڑھے آٹھ بجے جائے گی۔ ساڑھے آٹھ والی پرواز تقریباً رات نو بجے روانہ ہوئی۔ رات گیارہ بجے میں بہاول پور ایئر پورٹ پر اُتر گیا۔ میرا ایک ایک قدم بوجھل ہو رہا تھا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ بہاول پور سے بستی ''جاورہ'' جانے کے لیے دریا بیچ میں حائل تھا، جسے کشتی کے ذریعے عبور کرنا تھا۔ دریا پر پہنچا تو تمام کشتیاں کنارے پر لگی ہوئی تھیں۔ اتنی رات گئے مجھے دیکھ کر ملاح حیرانی سے چونک پڑے تھے۔ ایک بوڑھے ملاح نے میرے قریب آ کر مجھ سے پوچھا: ''کیا بات ہے بابو جی!''

میں نے بتایا کہ مجھے دریا پار جانا ہے، تو اس نے کہا: ''کافی رات بیت گئی ہے

صاحب! دراصل ہم رات آٹھ نو بجے کے بعد کسی کو دریا پار نہیں کراتے۔ ہوا تیز چل رہی ہے۔ اس کا رُخ شمال کی طرف ہو گیا ہے دریا کا شور بڑھتا جا رہا ہے۔ جس کا مطلب ہے طوفان کا خطرہ ہے، ہو سکے تو واپس چلے جاؤ صاحب!'' بوڑھے نے خوف زدہ لہجے میں مجھے منع کیا۔

''چاچا جی! میں کراچی سے آیا ہوں۔ مجھے اسی وقت دریا پار کرنا ہے۔ میں آپ کو مقررہ کرائے سے دو سو روپے زیادہ دے دوں گا۔''

''نہیں بابو صاحب! چند روپوں کی خاطر کوئی زندگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔''

ایک نوجوان لڑکا چند قدم کے فاصلے پر کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا، بولا: ''میں کشتی چلاتا ہوں۔''

''تو کیا تم چلو گے دریا پار کرانے؟''

''سوچ تو رہا ہوں بابو جی! کتنے پیسے دیں گے آپ؟''

''بھئی اس وقت میری مجبوری ہے اور شاید تمھاری بھی ہو، میں تمھیں بھی دو سو روپے دے دوں گا۔''

لڑکا خاموش کھڑا تھا، میں سمجھا کہ شاید وہ انکار کرے گا، لہٰذا میں نے جلدی سے کہا: ''دو سو کے بجائے چلو بھائی! پانچ سو روپے دے دوں گا۔''

''سچ بابو جی!'' وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

میں نے جیب سے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا: ''لو، یہ تم ابھی رکھ لو۔''

اس نے نوٹ فوراً میرے ہاتھ سے لیے اور گن کر اپنی پتلون کی جیب میں رکھتے ہوئے خوش ہو کر بولا: ''اب تو آپ نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ میں اپنی ماں کو شہر لے جا کر ڈاکٹر کو دکھاؤں گا۔ وہ کافی دنوں سے بیمار ہے۔''

''اچھا تو پھر چلو، ذرا جلدی کرو۔'' میں تیزی سے آگے بڑھ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

وہ جلدی جلدی چپو چلانے لگا۔

میں نے لڑکے سے پوچھا: ''کیا نام ہے تمھارا؟''

''میرا نام شہباز ہے۔''

''واقعی تم اپنے نام کی طرح ایک بہادر اور نیک لڑکے ہو۔''

''تم پڑھتے کیوں نہیں ہو؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے جواب دیا: ''کیسے پڑھوں بابو صاحب! گھر میں کوئی اور کمانے والا ہی نہیں ہے۔ باپ اسی دریا میں ایک حادثے میں ڈوب گیا تھا۔ اس کے بعد چھوٹی بہن کی پرورش، ماں کی بیماری اور گھر کے خرچے نے میرے اور تعلیم کے درمیان دیوار کھڑی کر دی۔'' پھر وہ چونکتے ہوئے بولا: ''جب تک میں گھر نہ پہنچوں، میری بیمار ماں سخت فکر مند رہے گی اور چھوٹی بہن بھی جاگ رہی ہوگی، وہ میرے بغیر کھانا نہیں کھائے گی۔'' اسی طرح باتیں کرتے کرتے دوسرا کنارہ آ گیا۔

کنارے پر اُتر کر خدا حافظ کہتے ہوئے میں نے ہاتھ ہلا کر اسے رخصت کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں عقیل کے گھر پہنچ گیا۔ پوری گلی سنسان تھی۔ دل سے یہ ہی دعائیں نکل رہی تھیں کہ خدا کرے میرا پیارا دوست خیریت سے ہو۔ میں نے دروازے

پر دستک دی اور زور زور سے آوازیں بھی دیں۔ تب کہیں جا کر اندر سے نیند میں ڈوبی آواز اُبھری: ''ارے کون ہے بھئی؟ اتنی رات گئے۔''

''ارے بھئی میں ہوں شاہد، کراچی سے آیا ہوں۔'' دروازہ کھلا تو عقیل کے بڑے بھائی شکیل آنکھیں ملتے ہوئے اس طرح مجھے دیکھ رہے تھے جیسے میں کوئی بدروح ہوں۔ پھر ایک دم لپک کر گلے ملتے ہوئے بولے: ''ارے تم ......'' پھر زور سے آواز دینے لگے: ''عقیل! ارے عقیل! دیکھو شاہد میاں کراچی سے آئے ہیں۔''

''آپ اسے آوازیں نہ دیں۔ یہ بتائیں وہ خیریت سے تو ہے نا؟'' میری بے چینی قابلِ دید تھی، مگر یا تو وہ میری طرف متوجہ نہیں تھے یا میری بات سمجھ نہیں سکے۔ وہ مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اندرونی حصے کی طرف چلے گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد عقیل میرے سامنے تھا، مگر یہ کیا؟ وہ تو بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آرہا تھا۔

''ارے تم! اس وقت خیر تو ہے ناں؟'' وہ مجھ سے گلے ملتے ہوئے سوال کرنے لگا۔

''تو وہ ...... ایکسیڈنٹ ...... وہ تار وغیرہ۔ وہ ......'' میرے حلق میں الفاظ اٹک گئے۔

''اچھا اچھا ...... اب میں سمجھا۔ ارے بدھو میاں! آج یکم اپریل ہے۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اتنی دور سے اتنی جلدی آ بھی جاؤ گے۔ چلو، اسی بہانے تم سے ملاقات ہوگئی۔''

مجھے عقیل کی اس غلط سوچ پر سخت افسوس بھی ہو رہا تھا اور غصہ بھی آرہا تھا۔ دل میں



خیال آرہا تھا کہ ابھی اسی وقت واپس چلا جاؤں، مگر مجبوری تھی۔ میں یہ واقعہ کبھی نہیں بھولوں گا۔ دوسری طرف میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کشتی والے لڑکے کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے وسیلہ بنایا۔ اب اس بہادر لڑکے کی بیمار ماں کا علاج ہو سکے گا۔ اللہ نے توفیق دی تو میں اس کی اور بھی مدد کروں گا۔ ☆

# اشاعت سے معذرت

نونہال بہت اچھی اچھی کہانیاں لکھتے ہیں اور بہت لکھتے ہیں۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ان کہانیوں میں سے بھی زیادہ اچھی کہانیوں کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ننھے لکھنے والے بددل نہ ہوں۔ صبر اور مقابلہ جاری رکھیں۔

☆ کراچی: جنت، زیادتی، احساس، بُری عادت، قسمت کی دھنی، کسان کا خواب، نقل شدہ کہانی، سارہ کا خواب، لالچی اور ٹھگ، ننھی خواہش، طویل کہانی، بھوت بنگلہ، بحری جہاز، اسلام کی برکتیں، ہمیر ایوب، فقیر، آپ کا نوکر ہوں بھنگیوں کا نہیں، گلاب کی تاریخ، اقبال جرم، دال چاول آلو کی بھجیا، پالش کی اعلاتم، سرسید احمد خاں، فراموش کردیتی ہے چشم عالم اُن کو، چاچو، ایک پتنگ کی کہانی، انمول موتی اور ہنر، صلہ، دوناگ، مفکر پاکستان، شاعر مشرق علامہ اقبال، جاسوسی کا بھوت، ملت کا پاسباں، دعا اور اس کی قبولیت، اکبراللہ آبادی، وزیر کی عقل مندی، محنت کی عظمت، دوستی کا حق، محبت فاتح عالم، ایثار و ہمدردی کا جذبہ، وقت کی پکار، ایمان داری کا صلہ، بے روزگاری، نافرمان، ہمت کرے انساں تو؟ قومی یک جہتی، طلباء سے ایک چھوٹی سی عرض، دین پرمبنی تحریر، گستاخ رسول، خالد بن ولید، سورج، وقت، دوستی، والدین کی یاد میں، مجھے کچھ کہنا ہے، نمرود کی آگ اور جدید سائنسی تحقیقات، میری کہانی بچوں کا انسائیکلو پیڈیا، بڑوں کا احترام، تجھ سا عرب نے نہیں جنا، جنگ یرموک کا واقعہ (نظمیں): آ، وطن کو عظیم سے عظیم تر بنائیں ہم، مجھے سونپ دے، کیا نام دوں اسے، رات، ہمدردی، پیاری باتیں، ماں، اچھے کام، شایان، پھول، اللہ تعالیٰ، پانی، بچے، انٹرنیٹ، ہمدردی، ضداب چھوڑو، نعت، حمد، حمد باری تعالیٰ، صنم اور پجاری، پیارے بچو، جب بھی کھانا کھاؤ ☆ حیدرآباد: مولانا روم، یادگار دن، خواب کی تعبیر، تلاوت کے آداب، عظیم لیڈر جناح، ڈھیر کم ہے ☆ ملتان: بچوں کے روزے، جنوں کے بچوں کی چھٹیاں، والدین کے ساتھ حسن سلوک، ۱۴۔اگست ۱۹۴۷ء، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، غازی علم دین شہید، نظم بجلی ☆ کیچ ضلع تمران: بچوں سے محبت، کپتان، بھولا ہاتھی ☆ بھکر: جنت کی تلاش، سبزی منڈی کی سیر ☆ عثمان پورہ: شرط ☆ چکوال: غریب لڑکا ☆ فقیر والی: بوڑھے برگد کی بددعا، آ کیبجن ☆ گجرات: قیمتی لعل ☆ ڈیرہ غازی خان: عقل کی فتح، میری پیاری سائیکل ☆ لاڑکانہ: جیت اور ہار ☆ اوتھل بلوچستان: پکا ارادہ، جہیز سے انکار، اپنے منہ میاں مٹھوں بننا، بل بل بونا، نوٹ بوٹ ☆ نواب شاہ: طلبہ کا مستقبل ان کے اپنے ہاتھ ہے ☆ تربت بلوچستان: عقل مندی ہوئی بے وقوفی ☆ بھاگ ناڑی: سبز پری ☆ جنڈ: پری کا انعام ☆ سرائے سدھو: بلی کا کمال ☆ سانگھڑ: زبان کی اہمیت، نماز، قائداعظم نے فرمایا، حج، قائداعظم محمد علی جناح، تحریک پاکستان، نظم آزادی کے نام، موسم، لڑنا جھڑنا کام بُرے ☆ تونسہ شریف: بلاعنوان انعامی کہانی ☆ میرپور خاص: بکرے کا انٹرویو، شب قدر، پاکستان کی زبانیں، دو قومی نظریے، حیاتیات کی تاریخ، بیٹے کی قربانی ☆ حاصل پور: سارے موسم ہیں پیارے، جھوٹ کا ڈراپ سین ☆ فیصل آباد: حکایات سعدی، میرے پیارے چوزے، وقت، سردی ہے ماں ☆ جہلم: محنت میں عظمت ہی کا ذا ☆ شکر گڑھ: سچا آفیسر، بھوت بنگلہ ☆ لاہور: باکمال کون، انوکھا چور ☆ راولپنڈی: بدمزاج بڑھیا، سر پر گدھا ☆ شہداد پور: شیخ چلی کی کہانی ☆ بہاول نگر: آدھا درہم جرمانہ ☆ کشمور: اسلامی حکومت کا امیر سب کا خادم ہوتا ہے ☆ میرپور ماتھیلو: محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی ☆ سکرنڈ: محترمہ فاطمہ جناح کا تعارف اور خدمات ☆ سکھر: بوڑھی عورت اور اس کی خادمائیں ☆ سرگودھا: اصل زندگی، اصل فیوچر ☆ وہاڑی: تین سوال، بجلی، طنز و مزاح ☆ بورے والا: انصاف کا بول بالا ہوتا ہے ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: قسمت کا کھیل ☆ تونسہ شریف: عظیم دھوکا ☆ خوشاب: ڈاک بنگلہ، بھوت بنگلہ ☆ ایبٹ آباد: عقل اور ماہی گیر ☆ گوجرانوالہ: علم کا قدردان ☆ سمہ سہ: ندامت ☆ صادق آباد: ہرنی اور اس کا بچہ، بڑھے چلو، پیارا بچہ ☆ شمر رسول نگری: نعت ☆ اسلام آباد: پاکستان ☆ بہاول پور: غزل ☆ جہلم: نوٹ بوٹ۔

☆



# آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ فروری ۲۰۱۳ء کے بارے میں ہیں

❁ فروری کا شمارہ زبردست تھا۔ بھوکا اور شیطان، کتنے انڈے؟ جڑواں مسافر سمیت تمام کہانیاں اور سلسلے اچھے تھے۔ انکل! نونہال بک کلب کا ممبر بننے کے لیے صرف نام پتا لکھ کر بھیجیں یا کچھ اور بھی بھیجیں اور ہاں آپ کا موبائل نمبر چاہیے۔ نورالہدیٰ اشفاق، ٹنڈو جان محمد۔

| صرف صاف صاف مکمل نام پتا بھیج دیں، بس اور کچھ نہیں۔ دفتر ہمدرد نونہال کے فون پر بات کرلیا کریں۔ |
|---|

❁ فروری کا شمارہ بہت شان دار تھا۔ صرف سرورق کی تصویر اچھی نہیں تھی، لیکن کہانیوں کے کیا کہنے۔ سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ کتنے انڈے؟ (ڈاکٹر عمران مشتاق)، نوٹ بیتی (وقار محسن)، جڑواں مسافر (سمعیہ غفار)، اجنبی کا تحفہ (جاوید بسام)، بلاعنوان کہانی (محمد اقبال شمس) اور بھوکا اور شیطان (ادیب سمیع چمن) لاجواب اور بہت خوب صورت کہانیاں تھیں۔ پانی پر مہر (حبیب اشرف صبوحی) اور عبادت (مسعود احمد برکاتی) بہت پیاری تحریریں تھیں۔ نونہال ادیب بھی شان دار تھا۔ کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری ٹاؤن، کراچی۔

❁ فروری کا شمارہ ہر ماہ کی طرح دل چسپ تھا۔ سرورق بھی پسند آیا۔ فارحہ ایوب، کورنگی۔

❁ فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات نے تو دل خوش کردیا۔ سب کہانیاں مزے دار تھیں۔ نظمیں اور لطیفے لاجواب تھے۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "عبادت" بہت پسند آئی۔ سب تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ طہورا عدنان، زینب عدنان، کلثوم عدنان، کراچی۔

❁ فروری کا سرورق بہت جاذب نظر تھا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ تمام مستقل سلسلے بھی بہت اچھے تھے، مگر ہمارے قومی ہیروز جیسے کے ارفع کریم اور راشد منہاس کے بارے میں مضامین نہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ سارہ حامد، فیصل آباد۔

❁ فروری کا شمارہ تو بہت پسند آیا، لیکن لطیفے کچھ خاص نہیں تھے۔ اگر آپ شمارے میں پہیلیوں کا اضافہ کرلیں تو ہمدرد نونہال کا مزہ دوبالا ہوجائے گا۔ انکل! کیا بھیجے گئے خطوط واپس بھی منگائے جاسکتے ہیں؟ سمعیہ وسیم، سکھر۔

| چند پہیلیاں بھیجیں۔ خط واپس کیوں منگوا رہے ہیں! کیا کوئی غلط لفظ لکھ دیا تھا؟ |
|---|

❁ جاگو جگاؤ میں شہید حکیم محمد سعید کی باتیں ہمیشہ یاد رکھنے والی ہوتی ہیں۔ جن سے ہم زندگی میں بہت رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔ پہلی بات پڑھی تو عزم کیا کہ ہم بھی آپ کی باتوں پر عمل کریں گے۔ عاقب جنید، احمد جنید، جویریہ کرن، چکوال۔

❁ اس ماہ کا ہمدرد نونہال پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ تمام کہانیاں بہت خوب تھیں۔ جڑواں مسافر (سمعیہ غفار میمن) اور کتنے انڈے (ڈاکٹر عمران مشتاق) بطور خاص پسند آئیں۔ صالحہ کریم، کراچی۔

● فروری کے شمارے میں جاگو جگاؤ نے ہمیں جگا دیا۔ روشن خیالات اچھے لگے۔ نظم "دعا" (اُفق دہلوی) بہت اچھی لگی۔ تحریر "عبادت" (مسعود احمد برکاتی) پڑھ کر احساس ہوا کہ اچھا مشورہ دینا بھی عبادت ہے۔ "کتنے انڈے؟" (ڈاکٹر عمران مشتاق) پڑھ کر مزہ آیا۔ "نئے سال کا دن معلوم کریں" (عثمان رؤف) بہت اچھا لگا۔ نوٹ بیتی (وقار محسن)، اجنبی کا تحفہ (جاوید بسام)، آدھا چوزہ (احمد عدنان طارق)، بھوکا اور شیطان (ادیب سمیع چمن)، جڑواں مسافر (سمعیہ غفار میمن)، بلاعنوان کہانی (محمد اقبال شمس) اچھی تھیں۔ صوفی غلام مصطفٰے تبسم (نسرین شاہین) کے بارے میں معلومات اچھی لگیں۔ پانی پر مہر (حبیب اشرف صبوحی) اچھی تھی۔ علم دریچے، نونہال ادیب، نونہال خبرنامہ، ہمدرد نونہال اسمبلی اور ہنڈکلیا پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ معلومات افزا ہمیں بہت پسند ہے۔ جواب ڈھونڈنے میں مزہ آتا ہے۔ آیئے مصوری سیکھیں بھی ہمیں بہت پسند ہے۔ آمنہ، عائشہ، سمعیہ، حسن، جگہ نامعلوم۔

● فروری کے شمارے میں تمام تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ کس کی تعریف کروں اور کس کی نہ کروں۔ "بھوکا اور شیطان" پڑھ کر اُن لوگوں نے بھی سبق سیکھا ہوگا، جو کھانے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے۔ کتنے انڈے؟ ایک بہترین کاوش تھی۔ ہنسی گھر پڑھ کر کچھ مزہ نہیں آیا۔ علم دریچے اچھا تھا۔ نصرت شاہین، حاصل پور۔

● فروری کے شمارے میں ساری کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ مجھے بہت اچھی لگیں۔ مجھے کہانیاں پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کا بھی بہت شوق ہے۔ محمد شارف

کامران، اورنگی ٹاؤن۔

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ میری ایک کہانی "احمق کون" آپ نے شائع کی تھی، مجھے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ایک اچھی سی کتاب بھی بھیجی تو میری خوشی میں اور اضافہ ہوا اور میرا شوق اور بھی بڑھ گیا ہے۔ عمیر کامران، اورنگی ٹاؤن۔

● فروری کا شمارہ ہر شمارے کی طرح تعریف کے قابل تھا۔ اس مہینے کا خیال کروڑ رپے کا تھا۔ مضمون عبادت نے تو عبادت کا صحیح مفہوم سمجھا دیا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ علم دریچے نے دل جیت لیا۔ واحد بھائی کی کہانی کی کمی محسوس ہوئی جو ہنسی گھر نے پوری کردی۔ ہمدرد نونہال علم و ادب کا خزانہ ہے۔ اُفق دہلوی کی نظم "دعا" بہت اچھی تھی۔ روشن خیالات کی تو کیا بات ہے۔ اس شمارے کی تعریف کے لیے الفاظ ہی نہیں ملتے۔ انکل! کیا ہمدرد نونہال کے ادارے کا کوئی اسکول ہے؟ عروج خان، فرینہ سلطان، ڈی جی خان۔

> ہمدرد پبلک اسکول کے نام سے نونہالوں کے لیے ایک نہایت معیاری درس گاہ قائم ہے۔

● میں ہمدرد نونہال ۲۰۱۰ء سے باقاعدگی سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے اس پر فخر ہے۔ ہمدرد نونہال، نونہالوں کے لیے واقعی ہمدرد ثابت ہوا ہے۔ میری دعا ہے کہ ملک کے مستقبل کے معماروں اور نونہالانِ وطن کی تعلیم و تربیت کے اس چراغ کو اللہ تعالیٰ تا قیامت قائم رکھے۔ عبداللہ بن نعیم، جہلم۔

● فروری کا پورا ہی شمارہ لاجواب تھا۔ کہانیوں میں بھوکا اور شیطان، کتنے انڈے؟ آدھا چوزہ اور بلاعنوان



کہانی کا تو جواب ہی نہیں تھا۔ مقدس جبار، حیدرآباد۔

● فروری کا شمارہ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ کہانیاں تو بہت اچھی تھیں۔ عبدالرزاق سموں، بابر عبدالرحمٰن سموں، جگہ نامعلوم۔

● فروری کا شمارہ ہماری توقعات سے بڑھ کر تھا۔ ہر کہانی بہت لاجواب تھی، خاص طور پر کتنے انڈے؟ (ڈاکٹر عمران مشتاق) آدھا چوزہ (احمد عدنان طارق) اور جڑواں مسافر (سمعیہ غفار میمن) بہت اچھی تھیں۔ ہنسی گھر اچھے نہیں تھے۔ انکل! نونہال کے شائع ہونے کی صحیح تاریخ کیا ہے؟ سیدہ اریبہ بتول، لیاری، کراچی۔

> ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو مارکیٹ میں آجاتا ہے۔ بعض مرتبہ اس سے بھی پہلے مل جاتا ہے۔

● مجھے نونہال خبرنامہ بہت پسند ہے۔ انکل! یہ میرا پہلا خط ہے اور مجھے امید ہے آپ میرے اس معصوم خط کو ردی کی ٹوکری کے حوالے نہیں کریں گے۔ محمد ثاقب، چکی شیخ۔

● فروری کا شمارہ زبردست تھا۔ جاگو جگاؤ تو بہت نصیحت آموز تھا۔ "پہلی بات" میں بہت مزے دار باتیں تھیں، کہانیوں میں کتنے انڈے؟ آدھا چوزہ اور جڑواں مسافر اچھی کہانیاں تھیں۔ بیت بازی کے اشعار سپر ہٹ تھے۔ نظم میں "ننھی کی روٹی" (عبدالرؤف سمرا) اور "گرگٹ" (خلیل جبار) زبردست تھے۔ عبیداللہ پیرزادہ، جگہ نامعلوم۔

● جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، عبادت، صوفی غلام مصطفٰے تبسم، مسکراتی لکیریں، علم دریچے، نونہال ادیب، تصویر خانہ، نونہال مصور، معلومات افزا یہ تحریریں بہت پسند آئیں۔ سرورق بھی بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں آدھا چوزہ، نوٹ بیتی، بلاعنوان کہانی، کتنے انڈے؟ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ اس کے علاوہ نظموں میں دعا (اُفق دہلوی)، مرا وطن (منظر عارفی)، اچھے بچے (سید ذوالفقار حسین نقوی) بہت پسند آئیں۔ نور فاطمہ، کراچی۔

● فروری کا شمارہ بہت دل فریب تھا۔ سرورق کی تصویر میں نونہالوں کی مسکراہٹ بہت معصومانہ تھی۔ جاگو جگاؤ انسان کو اچھائی کرنے اور بُرے کاموں کو ترک کرنے سے متعلق ایک نصیحت آموز تحریر تھی۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کی پہلی بات سے اتفاق کرتی ہوں، واقعی ہمدرد نونہال اس لحاظ سے اُلٹا ہے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ بوڑھا ہونے کی بجائے جوان ہوتا جارہا ہے۔ روشن خیالات واقعی روشن تھے۔ غزالہ امام کے ساتھ ساتھ مصوری میں ربیعہ شیخ بھی کمال رکھتی ہیں۔ وقار محسن صاحب کی تحریریں بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ بھوکا اور شیطان ادیب سمیع چمن کی کہانی کا مرکزی خیال عام، مگر اہم تھا۔ غرض پورا رسالہ بہت عمدہ تھا۔ نویلہ حسین، رحیم یار خان۔

● فروری کا شمارہ اچھا لگا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ ہنسی گھر اچھا نہیں لگا۔ لطیفوں کے معیار کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہنڈکلیا اچھی لگی۔ نمیرا مسعود، اعظم مسعود، کراچی۔

● سرورق بہت اچھا لگا۔ ہنسی گھر اچھا نہیں تھا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی، جڑواں مسافر، اجنبی کا تحفہ، آدھا چوزہ اور کتنے انڈے؟ بہت اچھی تھیں۔ راؤ محمد حسنین، ملتان۔

● ساری تحریریں بہت زبردست تھیں۔ عثمان رؤف

کاوش" نئے سال کا دن معلوم کریں" بہت معلوماتی تھی۔ جڑواں مسافر اور کتنے انڈے؟ بہت ہی اچھی لگیں۔ نور فاطمہ، ڈیرہ غازی خان۔

● کہانیوں میں کتنے انڈے؟ نوٹ بیتی، اجنبی کا تحفہ، جڑواں مسافر اور بھوکا اور شیطان بہترین تھیں۔ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم سے یاد آیا کہ آپ ہر ماہ کسی نہ کسی ادیب یا شخصیت کے بارے میں لکھا کریں۔ کیا ہم کوپن کی نوٹو کاپی استعمال کر سکتے ہیں، کیا ہم ۱۹۹۱ء کے بعد کے خاص نمبر حاصل کر سکتے ہیں؟ محمد قمر الزمان، فاروق احمد خاں، مختار احمد، مدثر حیات، خوشاب۔

> کوپن کی فوٹو کاپی قبول نہیں کی جاتی۔ پرانے شماروں کے لیے علاحدہ سے تفصیلی خط لکھیے۔ بعض پرانے شمارے ہمارے پاس بھی نہیں ہیں۔ ہاں، کسی نہ کسی ادیب پر لکھتے رہنا چاہیے۔

● فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح منفرد اور عمدہ تھا۔ اس دفعہ کی کہانیوں میں اجنبی کا تحفہ کمال کی تھی۔ ثنا اسد، کراچی۔

● فروری کا شمارہ خاص نہیں تھا۔ تحریریں بھی دل چسپ نہیں تھیں۔ رسالہ بور بور سا لگا۔ چھے، سات تحریریں اچھی تھیں۔ جن میں بلاعنوان کہانی، کتنے انڈے؟ عبادت، علم دریچے، آدھی ملاقات، جاگو جگاؤ، بھوکا اور شیطان شامل ہیں۔ عباس علی صوفی، زہرہ فاطمہ، زینب فاطمہ، کراچی۔

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ نظمیں بہت اچھی تھیں۔ نونہال ادیب اور علم دریچے بہت اچھے تھے۔ عاقب اسماعیل، سارہ اسماعیل، عروبہ اسماعیل، عائشہ اسماعیل، میرپور خاص۔

● اس دفعہ کی کہانیاں بہت مزے کی تھیں۔ نگین اشتیاق احمد کی کہانی ضرور شامل کیا کریں۔ آمنہ خالد، اسلام آباد۔

● اس ماہ کا شمارہ بہت بہت اچھا، یعنی بہترین تھا۔ پڑھنے میں بڑا مزہ آیا۔ شمارہ ہمیشہ کی طرح دل خوش کرنے والا تھا۔ اس بار تحریروں میں پہلی بات، جاگو جگاؤ بہت اچھی تھی۔ سب کہانیاں بہترین تھیں۔ ہمیشہ کی طرح مزید معلومات بڑھی اور ذہن پر بھی اچھا اثر پڑا۔ امید ہے کہ آیندہ شمارے بھی اسی طرح معلومات اور کہانیوں سے بھرپور ہوں گے۔ چوہدری نقیب احمد رندھاوا، جگ نامعلوم۔

● میں ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ تازہ شمارے کی تمام کہانیاں، نظمیں، لطائف، بیت بازی کے اشعار، ان سب کا کوئی جواب ہی نہیں۔ مشعل نایاب، کراچی۔

● فروری کا شمارہ سرورق سے لغت تک بہت شان دار تھا۔ کہانیوں میں اجنبی کا تحفہ، جڑواں مسافر اور نوٹ بیتی اچھی لگیں۔ خدیجہ نثار، محمد ابراہیم نثار، تسنیم فاطمہ، راحیمہ نثار، کراچی۔

● کہانیوں میں نوٹ بیتی، بھوکا اور شیطان، جڑواں مسافر بہت شان دار تھیں۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "عبادت" بہت ہی پُر اثر تھی۔ اُفق دہلوی کی نظم "دعا" دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ راجا فرخ حیات جنجوعہ، پنڈ دادن خان۔

● فروری کا شمارہ پوری آب و تاب کے ساتھ ہمارے ہاتھوں کی زینت بنا۔ سرورق بہت ہی دل کش تھا۔ جاگو جگاؤ میں اپنا محاسبہ خود کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔ پہلی بات اور اس پیسے کا خیال دل کو چھو لینے والے تھے۔ کہانیوں میں کتنے انڈے؟ اجنبی کا تحفہ، جڑواں مسافر تجسس سے بھرپور تھیں۔ بلاعنوان کہانی بہت ہی دل چسپ تھی۔ صوفی



غلام مصطفےٰ تبسم کے بارے میں نسرین شاہین کی تحریر نے اس عظیم شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں ہماری معلومات میں اضافہ کیا۔ نظموں میں "باپ" (ڈاکٹر نزہت عباسی) اور "اچھے بچے" (سید ذوالفقار حسین نقوی) بہت ہی پسند آئیں۔ نونہال ادیب میں محمد انیق اسد کی کہانی "رحم دلی کا صلہ" بہت متاثر کن تھی۔ مسکراتی لکیریں ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنے میں کامیاب رہیں۔ راجا ثاقب محمود جنجوعہ، پنڈ دادن خان۔

● اس بار ہنسی گھر تو ہنسی کا فوارہ تھا۔ سرورق بھی اچھا لگا۔ کہانیوں میں بلاعنوان انعامی کہانی، جڑواں مسافر، اجنبی کا تحفہ بہت پسند آئیں۔ محمد ذکوان شفیق، چشمہ۔

● فروری کا شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ کہانیوں میں کتنے انڈے؟ بھوکا اور شیطان، اجنبی کا تحفہ، جڑواں مسافر اور بلاعنوان کہانی اچھی تھیں۔ ہنسی گھر بھی بہت اچھا تھا۔ محمد ریحان خان، محمد فرحان خان، کراچی۔

● اس بار شمارہ نہایت شان دار تھا۔ سب سے اچھی کہانی بھوکا اور شیطان تھی۔ اس کے بعد کتنے انڈے؟ پھر اجنبی کا تحفہ اور وقار محسن کی کہانی نوٹ بیتی اچھی لگی۔ لطیفے بھی اس بار جان دار تھے۔ علم دریچے کے اقتباسات بہت پسند آئے۔ سیدہ عائشہ خلیق الرحمٰن، کراچی۔

● فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ کہانیوں میں کتنے انڈے؟ نوٹ بیتی، اجنبی کا تحفہ، جڑواں مسافر اور بلاعنوان کہانی بہت سنسنی خیز کہانیاں تھیں۔ پہلی بات بہت پسند آئی۔ نوید احمد فرید، امجد خان، واجد علی، ذیشان احمد، کراچی۔

● فروری کا شمارہ لاجواب تھا۔ تحریروں میں عبادت، کتنے انڈے؟ نوٹ بیتی اور جڑواں مسافر خوب تھیں۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک ہر تحریر اچھی تھی۔ حناداد محمد بلوچ، ٹنڈو الہیار۔

● فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح بہت پسند آیا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی (محمد اقبال شمس) اور جڑواں مسافر (سمعیہ غفار میمن) بہت زبردست رہیں۔ باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ ہنسی گھر میں سارے لطیفے اچھے تھے۔ میری دعا ہے کہ ہمدرد نونہال دن دُونی رات چوگنی ترقی کرے۔ انکل! منی آرڈر بھیجنے کا کیا طریقہ ہے؟ اریبہ آصف، ابیہہ آصف، کراچی

> ڈاک خانے سے منی آرڈر فارم ملتا ہے، اسے پُر کر کے وہیں جمع کرا دیں اور جتنی رقم منی آرڈر پر لکھی ہو، وہ ڈاک خانے کے حوالے کر دیں۔ وہ آپ کے لکھے ہوئے پتے پر رقم پہنچا دیں گے۔ اپنے کسی بزرگ سے بھی مشورہ کر لیں۔

● فروری کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ کسی کہانی میں بھی کوئی کمی نہ تھی۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ ہمدرد نونہال سے بہت اچھی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔ جس سے ہم بہت فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ کہانیوں میں نوٹ بیتی، اجنبی کا تحفہ، جڑواں مسافر اور بلاعنوان کہانی بہت اچھی لگیں۔ حافظہ ماہ نور داد محمد بلوچ، ٹنڈو الہیار۔

● تازہ شمارہ رنگارنگ تحریروں سے سجا ہوا تھا۔ یعنی اس تاج کی طرح جس میں موتی و جواہر جڑے ہوئے ہوں، مگر سب سے خوب صورت تحریر مسعود احمد برکاتی کی "عبادت" اور کہانی "اجنبی کا تحفہ" لگی۔ زینت ناصر، فیصل آباد۔

# رحمۃ للعالمین ﷺ ۔ رحمت ہی رحمت، محبت ہی محبت

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی ............ رپورٹ : حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے زیرِ اہتمام نونہال سیرت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس کانفرنس کے مہمانِ خصوصی معروف مذہبی اسکالر اور سجادہ نشین بگھار شریف، پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن تھے۔ کانفرنس کا موضوع تھا: ''رحمۃ للعالمین ﷺ ۔ رحمت ہی رحمت، محبت ہی محبت۔''

سیرت کانفرنس کی نظامت نونہال عامرہ حفیظ نے کی۔ تلاوتِ قرآن مجید اور ترجمہ نونہال اُمِ حبیبہ نے پیش کیا۔ حمد باری تعالیٰ آکسفورڈ پبلک اسکول کے نونہالوں نے پیش کی۔ ہدیۂ نعت نونہال محمد عاطف اور ان کے ساتھی نے پیش کی۔ نونہال مقررین میں محمد عمیر، قیصر نواز، کامران حیات، عائشہ خالد اور عیشا سحر شامل تھے۔ ان نونہالوں نے سیرت نبویؐ کے رحمت اور محبت کے پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ اس موقع پر رسمِ بسم اللہ اور رسمِ آمین کا بھی انعقاد کیا گیا، جس میں پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نے قرآن پاک کا آغاز کرنے والے نونہالوں کو رسمِ بسم اللہ اور قرآن پاک کی تکمیل کرنے والے نونہالوں کی رسمِ آمین کروائی۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے نونہالوں سے کہا کہ حضور نبی کریمؐ کی حیاتِ اقدس کا ہر پہلو اور ہر لمحہ بنی نوع انسان کے لیے لائق تقلید اور باعثِ نجات ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے کہ ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ طائف کا سفر ہو یا فتح مکہ کا موقع، غزوۂ احد ہو یا کوئی اور معرکہ، ہر ہر لمحہ آپؐ کی حیات عفو درگزر اور رحمت اور محبت کا بے مثل نمونہ نظر آتی ہے۔ آپؐ کی



ہمدرد نونہال اسمبلی (سیرت کانفرنس) راولپنڈی میں محترم ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، محترمہ سعدیہ راشد، محترم ڈاکٹر حافظ محمد عقیل، نونہال مقررین اور نعت خواں

حیاتِ اقدس کا یہ پہلو جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو بھی قبولِ اسلام اور آپؐ کی پیروی پر مجبور کر دیتا ہے۔ آیئے جائزہ لیں کہ کیا ہم ان تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔

اس پُر نور محفل میں نعت خوانی کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ پاک لینڈ پبلک اسکول کی طالبات نے قصیدۂ بردہ شریف پیش کیا۔ صائقہ شیراز، فاطمہ ابرار اور صبا شاہین نے نعتیں پیش کیں۔

نظریۂ پاکستان کونسل کے ڈائریکٹر محترم ڈاکٹر حافظ محمد عقیل نے نظریۂ پاکستان کونسل کا تعارف اور اس کے کام سے حاضرین کو آگاہ کیا کہ نظریۂ پاکستان کونسل کا کام قیامِ پاکستان میں حصہ لینے والے قومی ہیروز کی خدمات کو سامنے لانا اور نظریۂ پاکستان کی حفاظت کرنا ہے۔ نظریۂ پاکستان کونسل سیرتِ طیبہ کے سلسلے میں بھی کام کر رہی ہے۔ تعلیماتِ نبویؐ کو عام کرنا ہمارا دینی فریضہ بھی ہے۔ نبی کریمؐ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نے کہا کہ ہمیں نونہالوں کی






www.paksociety.com

تعلیم و تربیت کے لیے محنت اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اس میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ آج ہمارے ملک کو طرح طرح کی سازشوں کا سامنا ہے۔ ہم سب کو مل کر اس طرف توجہ دینا چاہیے۔ اسکولوں میں دینی تعلیم اور تربیت اسلامی کا اہتمام کریں اور قرآن کی تدریس کے لیے دیگر مضامین کی طرح اسکولوں میں معلم قرآن مقرر کریں۔

آخر میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے نونہالوں انعامات تقسیم کیے گئے۔

## ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور ............ رپورٹ : سید علی بخاری

جس طرح بادل اور بارش کا وجود زندگی کی علامت ہے، جس کے برسنے سے کونپلیں پھوٹتی ہیں، پھول کھلتے ہیں اور درخت پروان چڑھتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہؐ کی ذاتِ اقدس بھی تمام انسانوں کے لیے رحمت ہی رحمت ہے۔ سرورِ کونینؐ کی ذات ہمارے دلوں کا کعبہ اور ہماری روحوں کا قبلہ ہے۔ سیرتِ طیبہؐ کے سلسلے میں منعقد ہونے والی نونہال سیرت کانفرنس کا اس بار موضوع تھا: ''رحمۃ للعالمین ﷺ – رحمت ہی رحمت، محبت ہی محبت۔'' کانفرنس میں صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد، نائب صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان محترمہ ماہم منیر، ڈاکٹر پروفیسر پروین خان، ڈاکٹر سمعیہ راحیل قاضی، حنا نصر اللہ، عذرا شکیل اور اقرا سید نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ نونہال مقررین میں محمد عبداللہ خان، سید محمد عبداللہ، عبداللہ قدیر، خبیب ریاست اور حمد بن ارشد شامل تھے۔ اس موقع پر محفلِ نعتِ رسولِ مقبول کا بھی اہتمام کیا گیا۔ نونہال نعت خواہان میں نوشین گل، لائبہ سعیدی، رافعہ سہیل، زیب النساء، غنیٰ فاطمہ، فاطمہ آصف، مکوین ہنود، کرن احمد، حرا قربان، فریال تاج اور صالحہ خان شامل تھیں۔ درود و سلام اور دعائیہ کلمات کے بعد یہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔



## ہمدرد نونہال اسمبلی پشاور ............ رپورٹ : محمد خالد

ہمدرد نونہال سیرت کانفرنس پشاور میں تلاوت قرآن مجید نونہال عبدالوکیل نے اور حمد باری تعالیٰ نونہال عبدالباسط نے ساتھیوں کے ساتھ پیش کی۔ نونہال عاصمہ لطیف، حمزہ ابصار، لائبہ پرویز اور محمد شایان نے نعتیں سنا کر سامعین کے دل موہ لیے۔

☆

ہمدرد نونہال اسمبلی (سیرت کانفرنس) پشاور میں نونہال نعت خوانی کر رہے ہیں۔

☆

''رحمۃ للعالمین ﷺ – رحمت ہی رحمت، محبت ہی محبت۔'' کے موضوع پر نونہال مبینہ حکمت، نونہال فریدہ، نونہال عزیر محبوب اور نونہال محمد مسلم نے شان دار انداز سے قرآن و حدیث کی روشنی میں اظہارِ خیال کیا۔

پی ڈے اسکول کے نونہالوں نے انتہائی عقیدت و احترام سے قصیدہ بردہ شریف پیش کیا۔ نیو اینگلو اسکول کے نونہالوں نے منظوم دعا پیش کی۔ کمپیرنگ نونہال شفق راحت نے کی۔ آخر میں تمام شریک نونہالوں میں تحائف پیش کیے گئے۔

☆☆☆

# بلاعنوان انعامی کہانی

جاوید بسام

میاں بلاقی اس دن کسی کا سامان لے کر شمالی قصبے آیا ہوا تھا۔ جب وہ بازار سے گزر رہا تھا تو ایک آدمی نے اشارے سے اسے روکا۔ وہ آرٹ ڈیلر تھا، یعنی تصویروں کی خرید و فروخت کا کام کرتا تھا۔ بلاقی پہلے بھی اس کے ساتھ کام کر چکا تھا۔ وہ بولا:

''بلاقی! اچھا ہوا تم مل گئے، مجھے ایک پینٹنگ جنوبی قصبے بھیجنی ہے۔''

دونوں باتیں کرتے ہوئے تصویروں کی دکان پر آئے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

ڈیلر بولا: ''مشہور مصور ''ریمبراں'' کی ایک لاثانی پینٹنگ حال ہی میں دریافت ہوئی ہے۔ وہ ایک تہ خانے میں پڑی تھی، جو تقریباً ایک سو سال سے بند تھا۔ تم اسے ساتھ لے جاؤ اور

اپنے قصبے کے ڈیلر کے حوالے کر دو، وہ میرا بھائی ہے۔ ہم اسے نیلام کروائیں گے۔"

بلاقی خوش ہو کر بولا: "ٹھیک ہے، میں ایسا ہی کروں گا۔" دونوں اُٹھ کر دکان کے اندرونی حصے میں آئے۔ وہاں دیواروں پر بہت سی تصویریں لگی تھیں۔ ڈیلر ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: "یہ وہ شاہ کار ہے، تم اسے بہت احتیاط سے لے کر جانا۔"

بلاقی کے منھ سے بے اختیار نکلا: "واہ! بہت شان دار تصویر ہے۔"

اسے آرٹ سے خاصی دل چسپی تھی۔ وہ ایک بڑی پینٹنگ تھی، جس میں دیہاتی ماحول کی عکاسی کی گئی تھی۔ ایک کنویں کے قریب بہت سے لوگ موجود تھے۔ ایک شخص پرانی وضع کا لباس پہنے کنویں سے پانی نکال رہا تھا۔ قریب ہی ایک لکڑہارا اپنے گدھے کو لیے کھڑا تھا۔ زمین پر بطخیں کھانے کے لیے کچھ چُن رہی تھیں۔ چند قدم آگے ایک شخص استادوں والی ٹوپی پہنے ایک بچے کو پکڑے کھڑا تھا۔ اس کی بغل میں کتابیں دبی تھیں، وہ رو رہا تھا اور ان کے قریب ایک کتا منھ کھولے زور زور سے بھونک رہا تھا۔ پیچھے برگد کا ایک بڑا درخت نظر آ رہا تھا۔

ڈیلر بلاقی کی دل چسپی دیکھ کر بولا: "یہ تصویر چار سو سال پہلے بنائی گئی تھی، اب تک لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھی، اتفاق سے ہی دریافت ہوئی ہے۔"

بلاقی بولا: "بہت عمدہ تصویر ہے۔"

"چلو، میں اسے پیک کرا دیتا ہوں، تم گاڑی ذرا آہستہ چلانا، تاکہ یہ خراب نہ ہو۔"

تصویر کو کاغذ میں لپیٹ کر بگھی میں رکھ دیا گیا۔ ڈیلر بولا: "ٹھیرو! میرا خط بھی لیتے جاؤ۔"

وہ واپس دکان میں آئے۔ ڈیلر نے اسے ایک لفافہ دیا۔ بلاقی لفافہ لے کر باہر نکلا

تو اسے اپنی بگھی کے پاس دکان کا ایک ملازم کھڑا ہوا نظر آیا۔ بلاقی نے انھیں خدا حافظ کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جلد ہی وہ بگھی دوڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے پیاس محسوس ہوئی تو اس نے بوتل اُٹھا کر پانی پیا۔ بگھی ہموار راستے پر دوڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بلاقی کو نیند آنے لگی۔ اس نے جمائی لی اور چلتا رہا، لیکن کچھ دور جا کر اسے رکنا پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تھوڑی دیر گھاس پر آرام کر لوں، نہ جانے کیوں اس وقت نیند آنے لگی ہے۔

بگھی ایک جگہ کھڑی کر کے وہ ایک درخت کے نیچے جا لیٹا، فوراً ہی اسے نیند نے آ دبوچا۔

اس کی آنکھ شور سے کھلی، کچھ لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو چونک گیا۔ یہ وہ جگہ نہیں تھی، جہاں اس نے بگھی روکی تھی، بلکہ درختوں اور جھاڑیوں میں گھرا ایک قطعہ تھا۔ قریب ہی ایک کنویں سے ایک آدمی پانی نکال رہا تھا، اس کے پاس ایک لکڑہارا اپنے گدھے کو لیے کھڑا تھا۔ وہ آپس میں ہنس بول

رہے تھے۔ بلاقی نے آنکھیں مل کر انھیں دیکھا، اسی دوران کسی لڑکے کے چلانے کی آواز سنائی دی اور ایک آدمی اسے کھینچتے ہوئے نمودار ہوا، لڑکے کی بغل میں کتابیں دبی تھیں، اچانک کہیں سے ایک کتا آنکلا اور زور زور سے بھونکنے لگا۔ بلاقی حیران و پریشان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں آگیا ہے۔

''کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں! نہیں یہ حقیقت ہے، میں شاید تصویر والے زمانے میں پہنچ گیا ہوں۔'' وہ بڑبڑایا۔

اسی دوران گدھے والا آگے بڑھ گیا۔ بلاقی نے کنویں سے پانی نکالنے والے شخص کو پکارا: ''بھائی! پانی...... پانی!'' وہ چھاگل اس کے پاس لے آیا۔ بلاقی نے ہاتھوں سے چُلّو بنایا اور پانی پینے لگا۔ پانی پی کر اس نے نظر اُٹھائی اور کچھ بولنا چاہا، لیکن اسے پھر نیند آنے لگی اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

جب اس کی دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ اپنی بگھی کے قریب ہی موجود تھا۔ کافی وقت گزر چکا تھا۔ گھوڑے بے چینی سے زمین پر پاؤں مار رہے تھے۔ بلاقی کا سر دکھ رہا تھا۔ وہ ڈگمگاتا ہوا اُٹھا اور بگھی میں آبیٹھا، فوراً ہی وہ وہاں سے چل دیا۔ جب کچھ اوسان بحال ہوئے تو وہ سوچنے لگا کہ میں نے کیسا عجیب خواب دیکھا ہے۔ اچانک اس کی نظر اپنی آستینوں پر پڑی جو پانی سے بھیگی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس نے چُلّو بنا کر پانی پیا ہے۔ اس کا سر پھر چکرانے لگا۔ تمام راستہ اسی طرح کٹا۔ قصبے پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی تھی۔ اس نے تصویر ڈیلر کے حوالے کی اور اپنے گھر چلا گیا۔

اگلے دن اس کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ اس نے چائے خانے کا رخ کیا اور ایک

الگ تھلگ میز پر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ پریشان سا نظر آرہا تھا۔ اسی دوران اس کا ایک دوست جو اخباری رپورٹر تھا، چائے خانے میں داخل ہوا اور سیدھا اس کے پاس چلا آیا: ''اور سناؤ میاں بلاقی! گم سم بیٹھے ہو، آج کیا کوئی کام نہیں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

بلاقی نے انکار میں گردن ہلائی تو رپورٹر نے کہا: ''اپنا کام آج کل مندا ہے، خبریں جیسے کہیں گم ہوگئیں ہیں، کیا تمھارے پاس کوئی خبر ہے؟''

''کل میں شمالی قصبے سے ایک تصویر لایا ہوں۔'' بلاقی بھاری آواز میں بولا۔

''ہاں، یہ خبر تو ہم نے آج کے اخبار میں لگادی ہے اور کوئی......؟'' وہ بلاقی کا چہرہ ٹٹولتے ہوئے بولا۔

''خبر تو نہیں، لیکن کل میرے ساتھ راستے میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا ہے۔''

''کیا ہوا تھا؟ مجھے بتاؤ۔'' رپورٹر نے اپنی کرسی بلاقی کے قریب کھسکائی۔ بلاقی سوچ رہا تھا کہ یہ بات اسے بتائے یا نہیں، لیکن رپورٹر اس کے پیچھے پڑ گیا۔ آخر بلاقی نے دھیرے دھیرے تمام واقعہ اسے سنا دیا۔ رپورٹر بار بار اپنی کرسی پر پہلو بدل رہا تھا اور بلاقی کو لہجہ دھیما رکھنے کو کہہ رہا تھا، تاکہ دوسرے نہ سن لیں۔

آخر میں بلاقی بولا: ''یہ واقعہ خواب نہیں، بلکہ حقیقت تھا، کیوں کہ میری آستینیں پانی سے گیلی ہو رہی تھیں، لیکن...... لیکن ایک چیز وہاں ضرور غلط تھی۔''

''کیا؟ جلدی بتاؤ۔''

''جب میں نے پانی پی کر سر اُٹھایا تو وہاں کوئی ایسی چیز دیکھی تھی جو اس ماحول سے مطابقت نہیں رکھتی تھی، لیکن اب مجھے وہ یاد نہیں آرہی۔''



''کوئی بات نہیں، اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ابھی تو اتنی ہی کہانی عوام کو اپنی جگہ سے اُچھال دے گی۔'' رپورٹر پُرجوش لہجے میں بولا۔

دوسرے دن کا اخبار اسی خبر سے بھرا تھا۔ اخبار کی سرخی تھی: ''تصویر لانے والا تصویر کے دور میں جا پہنچا۔''

لوگ حیرت سے اس خبر کو پڑھ رہے تھے۔ اگلے دن تصویر کو مقامی گیلری میں نمائش کے لیے لگا دیا گیا، لوگ جوق در جوق اسے دیکھنے کے لیے آنے لگے۔ تصویر کی نیلامی کے لیے ایک ہفتے بعد کی تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ ایک دن بلاقی بھی وہاں جا پہنچا۔ لوگ اس سے سوالات کرنے لگے۔ اس نے کہا کہ میں یہ سب باتیں رپورٹر کو بتا چکا ہوں۔ تصویر کو دیکھ کر اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ اسی دوران کسی نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ وہ گھوما تو اس کے پرانے پڑوسی جج ہنری تھے، بلاقی اکثر ان کے کام کرتا رہتا تھا۔ وہ بلاقی کو ایک طرف لے گئے اور بولے: ''بلاقی! یہ تم نے کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے؟ کیا یہ کہانی سچ ہے؟''

''جی ہاں۔'' بلاقی بولا۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے، تم نے خواب دیکھا ہوگا۔''

''نہیں وہ خواب نہیں تھا، لیکن ایک چیز وہاں غلط تھی۔''

''کیا، وہ کیا چیز تھی؟''

''مجھے یاد نہیں، لیکن وہ میرے دماغ میں کہیں موجود ہے۔'' بلاقی انگلیوں سے اپنی پیشانی دباتے ہوئے بولا۔

''سوچو میرے دوست! یہ بہت ضروری ہے۔'' جج ہنری بولے۔

جج صاحب آرٹ کے بڑے قدر دان تھے۔ ان کے پاس ڈھیروں تصویریں جمع تھیں۔ جوں جوں نیلامی کی تاریخ قریب آتی جا رہی تھی، لوگوں کا جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ لوگ تصویر کی قیمت پر قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ دوسرے قصبوں اور شہروں سے بھی لوگ وہاں آنا شروع ہو گئے تھے۔ پھر پتا چلا کہ کروڑ پتی مسٹر تھامس بھی وہاں آ رہا ہے۔ قیمتی تصویروں کا سب سے بڑا ذخیرہ اس کے پاس تھا۔

آخر نیلامی کا دن آ پہنچا۔ تصویر کو ہال میں ایک اونچی جگہ پر لگا دیا گیا تھا۔ وہاں بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ جج ہنری بھی اگلی نشست پر بیٹھے تھے۔ اسی دوران بلاقی ہال میں داخل ہوا اور سر جھکائے خاموشی سے پیچھے جا بیٹھا۔ اس کی آنکھوں سے لگتا تھا کہ وہ کئی راتوں سے ٹھیک طرح سویا نہیں تھا۔ تقریب شروع ہوئی۔ ڈیلر نے پہلے تصویر کا کچھ پس منظر بیان کیا، پھر بلاقی کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ سنایا۔ آخر نیلامی شروع ہوئی۔ بولی پانچ سو ڈالر سے شروع ہوئی اور تیزی سے آگے بڑھی۔ جج ہنری بھی بڑھ چڑھ کر بولی لگا رہے تھے۔ بولی لگتی گئی اور پانچ ہزار ڈالر تک جا پہنچی۔ اتنی قیمت پہلے وہاں کسی تصویر کی نہیں لگی تھی، پھر آہستہ آہستہ بولی لگانے والے کم ہوتے گئے۔ آخر صرف دو آدمی رہ گئے۔ سر تھامس اطمینان سے اپنی چھڑی گھما رہا تھا۔ بولی دس ہزار ڈالر تک جا پہنچی، جو اس نے ہی لگائی تھی۔ دوسرا آدمی اب تھک چکا تھا۔

ڈیلر چلا رہا تھا: ''حضرات! دس ہزار، دس ہزار ڈالر، یہ نہ بھولیں کہ اس شاہ کار تصویر کے ساتھ پُراسرار واقعات پیش آ چکے ہیں، یہ اپنے اندر گہرے راز رکھتی ہے۔''

لیکن لگتا تھا کہ اب کوئی نہیں بولے گا۔ بلاقی کی نظریں تصویر پر جمی تھیں۔ ڈیلر کہہ رہا

تھا: ''دس ہزار ایک، دس ہزار دو......'' اسی وقت دیوار پر لگا گھڑیال ٹن ٹن گھنٹے بجانے لگا۔ ڈیلر اٹکا۔

اچانک بلاقی اُچھل کر اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا اور بولا: ''ٹھہریے ڈیلر صاحب! رک جایئے۔''

سب لوگ پلٹ پلٹ کر اسے دیکھنے لگے، وہ لمبے قدم اُٹھاتا ہوا اسٹیج پر آ گیا۔ ڈیلر نے غصے سے اسے دیکھا۔

بلاقی بولا: ''محترم حضرات! میں آپ لوگوں کو ایک اہم بات بتانا چاہتا ہوں۔ میرا نام بلاقی ہے اور میں ہی اس تصویر کو شالی قصبے سے لایا تھا۔ راستے میں پیش آنے والے اس عجیب واقعے کی تمام باتیں مجھے یاد ہیں، لیکن ایک چیز میں بھول گیا تھا، ابھی ابھی مجھے وہ بات یاد آ گئی ہے۔ میرا خیال ہے آپ لوگوں کے لیے بھی وہ بہت دل چسپ ہو گی۔ جب وہ شخص مجھے پانی پلا رہا تھا تو میری نظر اس کی کلائی پر بندھی گھڑی پر پڑی تھی۔ میں اسی وقت چونک گیا تھا، کیوں کہ چار سو سال پہلے کلائی کی گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ دراصل یہ ڈراما تصویر کی شہرت اور قیمت بڑھانے کے لیے رچایا گیا تھا۔ یہ تصویر جعلی ہے۔''

لوگ زور زور سے کچھ بولنے لگے۔ ڈیلر نے چیخ کر بلاقی کو خاموش کرانا چاہا، لیکن جج ہنری اُٹھ کر وہاں آ گئے اور اسے بات جاری رکھنے کو کہا۔ ہال میں لوگوں کی باتوں کی دھیمی دھیمی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔

بلاقی بولا: ''دراصل ان لوگوں نے میری پانی کی بوتل میں کوئی نشیلی دوا ملا دی تھی، جب میں سو گیا تو ان کے آدمی مجھے اُٹھا کر اس جگہ پر لے گئے۔''

ڈیلر نے اس کی بات کاٹی اور چلا کر بولا: ''یہ شخص پاگل ہوگیا ہے، ان باتوں کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔''

بلاقی بولا: ''ہم ابھی جنگل میں چلتے ہیں مجھے یقین ہے ہمیں وہاں کچھ نشانات مل جائیں گے۔''

وہ لوگ کئی بگھیوں میں بھر کر وہاں پہنچے۔ ان کے ساتھ پولیس کی ایک وین بھی تھی۔ بلاقی گھنے جنگل میں گھستا چلا گیا، باقی لوگ اس کے پیچھے تھے۔ آخر اسے جھاڑیوں کے درمیان وہ جگہ نظر آ گئی۔ بلاقی نے سب کو اُدھر بلا لیا۔ وہ آگے بڑھے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ نقلی کنواں تھا۔ اس کی صرف دیوار بنائی گئی تھی، دور سے دیکھنے پر وہ کنواں لگتا تھا۔

بلاقی نے کہا: ''یہ نقلی کنواں سب سے بڑا ثبوت ہے، بھلا کسی کو جنگل میں کنویں کی دیوار بنانے کی کیا ضرورت تھی۔''

دیوار کے پاس سوکھی ہوئی کیچڑ نظر آ رہی تھی، جس میں انسانوں اور جانوروں کے قدموں کے نشان موجود تھے۔ جج ہنری اور دوسرے لوگ باریک بینی سے اس جگہ کا جائزہ لے رہے تھے۔ کوئی بولا: ''لیکن نقلی کنویں سے پانی کیسے نکالا جا سکتا ہے؟''

سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ بلاقی فوراً بولا: ''ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے دیوار کے پیچھے پانی سے بھری بالٹی رکھی ہوئی ہو۔''

جج صاحب گردن ہلاتے ہوئے بولے: ''ہاں ایسا ہی ہوا ہوگا اور وہ ڈرامے کے اداکار یقیناً ان کے ملازم ہوں گے، تحقیق سے سب پتا چل جائے گا۔''

دونوں ڈیلر بھائیوں کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ پولیس نے فوراً انھیں



حراست میں لے لیا۔

پھر سب وہاں سے واپس چل دیے۔ شام کا دھندلکا پھیل رہا تھا۔ دوسری بگھیاں آگے بڑھ گئی تھیں۔ بلاقی کی بگھی سب سے پیچھے تھی۔ جج ہنری اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔

بلاقی گہری سانس لے کر بولا: ''آج کئی دنوں بعد میں سکون کی نیند سوؤں گا۔''

جج ہنری اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے: ''بلاقی! تم صرف محنتی اور ایمان دار ہی نہیں، بلکہ ایک ذہین آدمی بھی ہو۔''

میاں بلاقی نے عاجزی سے سر جھکایا اور بولا: ''حضور! آپ کی ذرہ نوازی ہے، ورنہ بندہ کس قابل ہے، بس میں اپنا کام وقت پر ٹھیک طریقے سے کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''ہاں یہ بات تو میں جانتا ہوں۔'' جج صاحب ہنس کر بولے۔

دونوں خاموش ہو گئے۔ طوطوں کا ایک جھنڈ ٹیں ٹیں کرتا ہوا اوپر سے گزرا، دونوں مسکرانے لگے۔ بگھی تیز رفتاری سے قصبے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۵۹ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-اپریل ۲۰۱۴ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

# بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال فروری ۲۰۱۴ء میں جناب محمد اقبال شمس کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع کی گئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے دو بہترین عنوانات (۱۔ ناکام سازش ۲۔ دشمن اپنے جال میں) کا انتخاب کیا ہے۔ یہ عنوانات درجِ ذیل تین نونہالوں نے ہمیں ارسال کیے ہیں، ان نونہالوں کو انعام کے طور پر ایک کتاب بھیجی جا رہی ہے:

(۱) ناکام سازش : ۱۔ محمد ثاقب، چکی شیخ جی، تلہ گنگ

۲۔ یمنیٰ کریم، گلشن اقبال، کراچی

(۲) دشمن اپنے جال میں : ۳۔ بشریٰ عالم، ناظم آباد، کراچی

**چند اور اچھے اچھے عنوانات**

مجرم کون۔ بے گناہ مجرم۔ سچ کی تلاش۔ مورتی کا راز۔ مجرم پکڑا گیا۔ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ دوست نما دشمن۔ اپنے ہی گڑھے میں۔ بُرائی کی ہار

**ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے**

☆ کراچی: سیدہ اسماء ندیم، مصامص شمشاد غوری، محمد یوسف، محمد منعم یوسف، منتہیٰ، نمرہ تل، حانیہ اشرف، اریبہ امجد رندھاوا، فاکہہ عباسی، کومل فاطمہ اللہ بخش، شازیہ انصاری، زہ سہیل، فاطمہ تحریم، سید مائز علی ہاشمی، فرح احمد، امامہ خان، کرن مرسلین، حسن رضا دری، سندس آسیہ، یمنیٰ کریم، سید اعظم مسعود، آمنہ ضمیر، مہوش حسین، شیخ عمر احمد صدیقی، ہانیہ شفیق، کلثوم خان، توصیف خان امازئی، اریبہ آصف، عباس علی مونی، سبیلہ کرن، محمد دانش علی عمران، سید حسن عسکری، ہما ابوبکر، سیدہ اریبہ بتول، جویریہ عبدالمجید، عبدالمعید، محمد فضل حسین قریشی، ناعمہ تحریم، قطرینہ قائم، محمد حذیفہ، شاہ بشریٰ عالم، ثناء اسد، سیدہ منہل منان، حافظ محمد عمر نوشاد، نور العین عادل، واجد نگینوی، ملیکہ زیدی، آسمیٰ عبدالقیوم حمیرانی، طہورا عدنان، اسریٰ خان، مریم خاور، ربیعہ توقیر، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، محمد فوزان، مریم علی، سیدہ جویریہ جاوید، سید عفان علی جاوید، فیضان احمد خان، فاطمہ عمران احسن، حفصہ بنت ذوالفقار، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، سمعیہ بیگ، محمد شارف کامران، عبہر کامران، حفصہ وسیم، عائشہ الیاس، حفصہ سجاد نون، فاطمہ احمد، شیزا سہیل، نادیہ اقبال، تہامی بلال، عفراء عثمانی، محمد فائز سلمان، جاموش نیر قریشی، رضی اللہ خان، محمد فرحان خان، نور فاطمہ، اسماء ارشد، سید بلال خلیق الرحمٰن، سیدہ عائشہ خلیق الرحمٰن، فابیحہ بتول، محمد عمر فاروق، محمد زیان خان ☆ حیدرآباد: انوشہ بانو، مقدس جبار، تحریم زاہد، شرمین زاہد، حبیبہ عامر، آفاق اللہ خان، ملائکہ خان، عائشہ ایمن عبداللہ، ماہ رخ، شیروینہ ثناء، عائشہ منیر، شیزہ ارشد، اقصیٰ سرفراز انصاری ☆ ٹنڈوالہیار: کرن نذیر محمد مغل، مدثر اختر، محمد اختر ☆ میرپور خاص: خنسا اکرم، نورالہدیٰ اشفاق، عاقب اسماعیل، ثمینہ محمد علی سیال، زبیر احمد، طلحہٰ محمد اکرم، نازش محمد اکرم، اُمِ ہدیٰ بنت عبدالستار ☆ شہید بے نظیر آباد: فروا سعید خانزادہ، شاہین شبیر خانزادہ، محمد اویس خانزادہ راجپوت ☆ سکھر: عاتکہ طارق خان، سمعیہ وسیم، جنت عامر خان ☆ سانگھڑ: چوہدری دلاور حسین رندھاوا، علیزہ نازش منصوری ☆ لاڑکانہ: نعیم جتوئی، اظہر پٹھان ☆ کشمور: ریاض احمد کھوسہ، طارق محمود کھوسہ، سہیل احمد

کھوسہ ☆ بہاول پور: محمد احمد شاکر، محمد عثمان غنی، نصرت شاہین، محمد عمر کامران، محمد اسامہ اقبال میو ☆ ملتان: زوبیہ عثمان، اشارہ فیضان، عروبہ رضوان، راؤ محمد طلال صفدر، نور فاطمہ ☆ بھکر: محمد کبیر خان، رانا بلال احمد ☆ فیصل آباد: محمد عبداللہ ضیاء، سارہ حامد، زینب ناصر، زینب بشریٰ بٹ ☆ لاہور: حافظ عدنان علی امتیاز احمد، امتیاز علی ناز، اریبہ صابر، صفی الرحمن، وہاج عرفان، مطیع الرحمن، عائکہ اشرف، روحانہ احمد ☆ راولپنڈی: محمد علی بخش، حسین احمد ورک ☆ اسلام آباد: عظمیٰ خالد، محمد نوفل بن اخلاق ☆ خوشاب: محمد قمر الزماں، مختار احمد خان ☆ پنڈ دادن خان: عائشہ ثاقب، جنجوعہ عاشی، سیدہ اُجالا حسن عابدی ☆ اٹک: عبداللہ آصف، اسماء عثمان، فرح اسلام ☆ پشاور: حانیہ شہزاد، محمد حاشر خان ☆ آزاد کشمیر: مہر افروز خان، دُرِ شہوار خان، اصباح احمد، محمد جواد چغتائی ☆ جامشورو: مصعب سعید ☆ کھوکی: سرفراز احمد ☆ نواب شاہ: اظہر ظہور ☆ ٹمیاری: عبدالرزاق سموں ☆ سکرنڈ: حسنین ندیم خانزادہ ☆ محراب پور: عبیداللہ پیرزادہ ☆ ڈیرہ اللہ یار: آصف علی کھوسہ ☆ کوئٹہ: زینب بلوچ ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ واہ کینٹ: مومنہ سہیل ☆ چوآ سیدن شاہ: عاقب جنید ☆ تلہ گنگ: محمد ثاقب ☆ مظفر گڑھ: محمد طلحہٰ ریاست ☆ شیخو پورہ: محمد احسان الحسن ☆ ڈیرہ غازی خان: نور فاطمہ ☆ مردان: ولی محمد ☆ میٹھا خیل (کرک): پیرزادہ سید میر محمد آفتاب عالم سرحدی ☆ صوابی: فرحین علی خان ☆ دریا خان: عبداللہ شاہ۔

☆☆☆



# نونہال ادیب

## لکھنے والے نونہال

| | |
|---|---|
| حریزہ سرفراز احمد انصاری، حیدر آباد | محمد عزیر چشتی، ڈیرہ غازی خان |
| سیدہ اریبہ بتول، لیاری، کراچی | کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری، کراچی |
| محمد توقیر حسین، کراچی | سیدہ وسعت زیدی، کراچی |
| زینب ناصر، فیصل آباد | مریم احمد، لاہور |
| معز احمد، ملیر، کراچی | جگر بہار، مکران |

## ثنائے ربِ جلیل

مرسلہ: حریزہ سرفراز احمد انصاری، حیدر آباد

مہک میں سارے حُروف دھو کر\
قلم کو عنبر میں ڈبو کر\
ثناءِ ربِ جلیل لکھوں\
طویل تر سے طویل لکھوں\
کریم لکھوں ، رحیم لکھوں\
اُسی کو اُسی کی دلیل لکھوں\
کہاں نہیں تھا ، کہاں نہیں ہے\
مجھے بتا وہ جہاں نہیں ہے\
اَزل سے ہے ، تا اَبد رہے گا\
وہ آپ اپنی سند رہے گا\
وہ ہی تو ہے لاشریک و یکتا\
وہ سب کا خالق، وہ سب کا آقا\
رحیم و رحمان ہے صفت اس کی\
بڑی مکرّم ہے ذات اس کی

## نالائق شاگرد

سیدہ اریبہ بتول، لیاری، کراچی

کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک پہلوان اپنے فن میں بہت ماہر تھا۔ جو پہلوان بھی اس کے مقابلے میں آتا، وہ اس کو مار گراتا تھا۔ اس قابلیت اور مہارت کی وجہ سے بادشاہ اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ یہ پہلوان بہت سے نوجوانوں کو کُشتی

لڑنے کا فن سکھایا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک نوجوان کو اس نے اپنا شاگردِ خاص بنایا تھا اور اسے وہ سارے داؤ پیچ سکھا دیے تھے، جو اسے آتے تھے۔ احتیاط کے طور پر بس ایک داؤ نہ سکھایا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ نامی گرامی پہلوان بوڑھا ہو گیا اور اس کا چہیتا شاگرد اپنے وقت کا سب سے بڑا پہلوان بن گیا۔ انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنے استاد کا احسان مانتا کہ اس نے یہ ہنر سکھا کر اس قابل بنا دیا، لیکن وہ کچھ ایسا بدفطرت تھا کہ ایک دن اس نے بادشاہ کے دربار میں یہ کہا: "بے شک میرا استاد بزرگی میں مجھ سے زیادہ ہے، لیکن کشتی لڑنے کے فن میں اب میں اس سے بڑھ کر ہوں۔"

بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری، اس نے حکم دیا کہ استاد اور شاگرد آپس میں کشتی لڑیں، تاکہ فیصلہ ہو سکے کہ کون بڑا پہلوان ہے۔ چناں چہ ایک میدان میں اکھاڑا تیار کیا گیا۔ استاد اور شاگرد کشتی لڑنے کے لیے اکھاڑے میں اُترے۔

نوجوان شاگرد اپنی طاقت کے نشے میں جھومتا ہوا استاد کے پاس آیا، ایسا لگتا تھا کہ اگر لوہے کا پہاڑ بھی اس کے سامنے ہو تو وہ اسے بھی اُکھاڑ پھینک دے گا، لیکن جب اس نے استاد سے ہاتھ ملایا اور کشتی شروع ہوئی تو استاد نے اپنا وہی داؤ آزمایا، جو اس نے نالائق شاگرد کو نہیں سکھایا تھا اور اسے سر سے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔

ہر طرف سے واہ واہ کے نعرے بلند ہوئے۔ بادشاہ نے بوڑھے پہلوان کو بھاری انعام سے نوازا اور احسان فراموش شاگرد کو خوب ملامت کی۔ اسی لیے کہتے ہیں اصل سے خطا نہیں، کم اصل سے وفا نہیں۔

## نپولین بونا پارٹ

**محمد توقیر حسین، کراچی**

ایک شام فرانس کے بادشاہ نپولین کے کچھ اعلا افسران محاذ پر کھانے پینے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ایک سپاہی اپنے ایک دوست کو لے کر آیا جو فرانسیسی



نہیں تھا، مگر نپولین کو بہت پسند کرتا تھا اور اس کی فوج میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ اس کا نام سویڈ تھا۔

افسران نے اس نوجوان پر نظر ڈالی وہ ایک چست، لمبے قد اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔ افسران نے اس کو چند فوجی مشقیں کرائیں اور اسے فوج میں رکھ لیا۔ اس طرح تین سال گزر گئے۔

تین سال بعد جب جنگ ختم ہوئی تو نپولین حسبِ معمول ہمت افزائی کے لیے اپنے فوجیوں کے پاس پہنچا۔ یہ خبر سویڈ کو بھی ملی۔ سپاہیوں نے نپولین کے استقبال کے لیے خوب انتظامات کیے تھے۔ ہر سپاہی خوش تھا، لیکن سویڈ پریشان تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نپولین اس سے بھی سوالات کرے گا تو وہ جواب کیسے دے گا۔ اسے تو فرانسیسی زبان نہیں آتی۔ یہ بات اس نے اپنے دوست کو بتائی جو فرانسیسی اور انگریزی دونوں زبانیں جانتا تھا۔

اس نے کہا کہ نپولین ہمیشہ تین سوال کرتا ہے۔ پہلا: تم کتنے سال کے ہو؟ دوسرا: تم کب سے ہماری فوج میں ہو؟ تیسرا: کیا تم نے آخری دونوں جنگیں لڑی تھیں؟

پھر اس نے سویڈ کو جوابات یاد کرائے۔ اس نے کہا کہ جب وہ پہلا سوال کرے تو تم کہنا: تیئس سال کا ہوں۔ دوسرا کہے تو کہنا: تین سال سے ہوں اور تیسرا کہے تو کہنا: "جی سر! دونوں میں حصہ لیا تھا۔"

اب سویڈ جلدی جلدی ان جوابات کو رٹنے لگا۔ کہتا پہلا سوال کرے گا تو کہوں گا: تیئس سال۔ دوسرا کہے گا تو کہوں گا: تین سال اور تیسرا کرے گا تو کہوں گا: "جی سر! دونوں۔" اس طرح سویڈ کو یہ سب پکّا یاد ہو گیا۔

اب نپولین سپاہیوں کے پاس آیا۔ سپاہیوں سے باتیں کرتا، ہنستا مسکراتا آگے بڑھا۔ اچانک سویڈ کو دیکھ کر ٹھٹک کر وہیں رک گیا۔ اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ بدقسمتی سے نپولین نے دوسرا سوال پہلے کر دیا۔ اس نے کہا: "تم کب سے ہماری

سپاہ میں ہو؟''

سویڈ نے نپولین کے ہونٹ ہلتے دیکھے تو کہا: ''تیئس سال سر!''

نپولین کو بڑی حیرت ہوئی، مگر اس نے اپنا دوسرا سوال کیا: ''اچھا تو تمھاری عمر کیا ہے؟''

سویڈ نے رٹا رٹایا جواب دیا: ''تین سال سر؟''

اب تو نپولین کو غصہ آ گیا۔ وہ چلایا: ''تم پاگل ہو یا میں؟''

سویڈ بولا: ''جی سر! دونوں۔''

## بات سننے کا فن

زینب ناصر، فیصل آباد

آپ یہ عنوان پڑھ کر شاید چونک اٹھیں اور حیرت سے سوچیں کہ کیا اوروں کی باتیں سننا بھی ایک فن ہے؟ کیا اس کے بھی قاعدے اور آداب ہوتے ہیں؟ بے شک کسی کی بات سننا بھی ایک فن کا درجہ رکھتا ہے اور اس کے خاص اصول ہوتے ہیں۔

اس کا سب سے پہلا اور بنیادی قاعدہ دوسرے کی بات پر پوری توجہ دینا ہے۔ توجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کسی کی کوئی بات سن رہے ہوں تو آپ بولنے والے کی بات کا مطلب سمجھنے کے لیے مستعد ہوں۔

کیا آپ کسی ایسے شخص کو کوئی بات سمجھا سکتے ہیں، جس کی آنکھیں کمرے کی چیزوں پر بار بار پڑ رہی ہوں اور جو آپ کی جانب دیکھنے کے بجائے کسی اور طرف دیکھے جا رہا ہو۔ یقیناً ایسا شخص آپ کی بات ذہن نشین نہیں کر سکے گا۔

ذرا سوچیے، اگر آپ کسی شخص کی طرف متوجہ ہوں اور اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں تو آپ کی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوتی ہیں یا پھر نیچے جھکی ہوتی ہیں۔ بعض لوگ اس حالت میں کسی قدر آگے کی طرف جھکے ہوئے بھی نظر آتے ہیں اور بعض حساس لوگوں کے چہروں پر بولنے والے کی ہر بات کے اثرات بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔



مجلسی آداب کے ایک نامور ماہر اس موضوع پر لکھتے ہیں: ''بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو سننے والوں کی طرف سے اچھا ردِ عمل ظاہر نہ ہونے کے باوجود برابر بولتے ہیں۔''

اس ماہر نے سننے والے کو یہ نصیحت بھی کی ہے کہ جب تمھارے دماغ پر بولنے والے کی کسی بات کا اثر نہ ہو تو اسے اپنی کسی نے کسی حرکت سے ظاہر کرو۔ یہ فطری تقاضا ہے، جسے پورا کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ دل چسپ مشورہ بھی دیا ہے کہ اگر تم سے کوئی اور حرکت نہ بن پڑے تو ذرا پہلو ہی بدل لو۔

ایک اور ماہرِ نفسیات نے لکھا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمھیں توجہ سے بات سننے والوں میں شمار کریں تو تمھیں چاہیے کہ جو بات کہی جا رہی ہو اس میں دل چسپی لینے کی کیفیت طاری کر لو۔ اس کے لیے اپنے جسم و ذہن کو مستعد رہنے کی تربیت دینا ضروری ہے۔

## خزانہ

معز احمد، ملیر، کراچی

شرفو ایک غریب کسان تھا۔ بے چارہ تمام دن کھیتوں میں کام کرتا رہتا تھا، لیکن اس کی اُجرت صرف اتنی تھی کہ وہ دو وقت کا کھانا کھا سکے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اور دو بچے رہتے تھے۔ جب وہ گاؤں کے زمین دار کی حویلی اور اس کے ٹھاٹ باٹ دیکھتا تو اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی کہ کاش اس کی بھی بڑی سی حویلی ہوتی۔ اس میں نوکر چاکر ہوتے اور اس کے بچے اچھے اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہوتے۔ وہ اپنی بیوی بچوں کی بھی ساری خواہشات پوری کر دیتا، لیکن وہ بے بس تھا۔

ایک دن ایک فقیر کا گزر اس کے کھیت کے قریب سے ہوا۔ شرفو نے جھک کر سلام کیا اور بولا: ''حضور! میں ایک غریب کسان ہوں۔ آخر کب تک یہ غربت میرا مقدر بنی رہے گی؟''

فقیر نے کہا: ''میں تمھیں ایک خزانے کا پتا بتاؤں گا، لیکن میری ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ جو خزانہ تم حاصل کرو گے اس میں آدھا حصہ میرا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔'' شرفو نے کہا۔ وہ خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔

''دیکھو! یہاں سے ۲۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے۔ وہاں نیم کے درختوں کے بیچوں بیچ ایک آم کا درخت لگا ہوا ہے۔ اسی کے تنے میں خزانہ ہے۔'' فقیر نے کہا۔

شرفو نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ہدیے کے طور پر کچھ روپے دیے۔ اگلے دن وہ دو گھنٹے کا سفر طے کر کے جنگل پہنچا اور بڑی مشکل سے آم کا درخت ڈھونڈا۔ اس کے تنے کو چیرنا بہت مشکل کام تھا، لیکن خزانے کے لیے وہ یہ کام خوشی خوشی کر رہا تھا۔ اس نے تنے میں سے ڈھیر ساری اشرفیاں نکال لیں۔ جب وہ بہت تھک چکا تو واپس جانے لگا۔ راستے میں اسے وہی فقیر ملا۔

اس نے جب اپنا حصہ مانگا تو وہ بولا: ''ارے بابا! تم کون ہو؟ میں تمھیں نہیں پہچانتا۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اسے ڈاکوؤں نے پکڑ لیا۔ اس سے اشرفیاں چھین کر اسے درخت سے باندھ دیا۔ وہ کراہنے لگا۔ چلتے چلتے فقیر بھی وہاں تک پہنچ گیا۔ جیسے ہی شرفو نے اس کو دیکھا تو بولا: ''بھائی! میری مدد کرو۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں اب کی بار میں تمھیں آدھا حصہ ضرور دوں گا۔ مجھے کسی اور خزانے کا پتا دے دو۔''

''اچھا چلو، میں تمھاری بات پر یقین کر لیتا ہوں۔'' ڈاکو فقیر کی بہت عزت کرتے تھے، انھوں نے شرفو کی رسیاں کھول دیں۔ فقیر نے کہا: ''تم نے اپنے گھر کے باہر کیلے کا جو درخت لگا رکھا ہے، اس کی جڑوں کے پاس ہی خزانہ ہے۔''

وہ اپنے گدھے کو بھگاتا ہوا گھر کی طرف چل پڑا۔ جب وہ گھر پہنچا تو رات ہو چکی تھی۔ اس نے سوچا کہ اتنی رات کو تو



خزانہ نکالنا مناسب نہیں ہے۔ کل دن کی روشنی میں نکال لوں گا۔

اگلے دن صبح سویرے وہ اُٹھا اور کیلے کی جڑ کے پاس سے کھودنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی کھودا تھا کہ اسے چھوٹا سا ڈبا ملا۔ اس نے بے تابی سے ڈبا کھولا تو اس میں ایک پرچہ رکھا ہوا تھا، جس پر لکھا تھا: ''صبر اور قناعت ہی سب سے بڑا خزانہ ہے۔ جس کے مقدر میں جتنا لکھا ہے اسے اتنا ہی ملے گا۔ لالچ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔''

اس نے یہ عبارت پڑھی اور کچھ سوچ کر سر ہلانے لگا۔ واقعی اسے دنیا کا سب سے قیمتی خزانہ مل چکا تھا۔

## لائبریریاں

**محمد عزیر چشتی، ڈیرہ غازی خان**

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حصولِ علم کا سب سے بڑا ذریعہ لائبریریاں ہیں۔ لائبریریاں انسان میں موجود علم کی پیاس بجھاتی ہیں۔ جہالت کی تاریکی دور کرتی ہیں اور انسان میں مطالعہ کا شوق بڑھانے میں کارآمد ثابت ہوتی ہیں۔ لائبریریوں کے قیام سے علم دوست اور اہلِ قلم لوگوں کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ تلاشِ علم کا کام بڑھتا ہے، نئے علوم و فنون کا پتا چلتا ہے۔ تحقیق و جستجو کا کام ترقی پذیر ہوتا ہے، انسان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بڑھتی ہے اور اس کے خیالات مستحکم ہو جاتے ہیں۔

علم دوست انسان کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ کبھی علم کے بیش بہا خزانے سے سیراب نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی جستجو اور حقائق کی تلاش میں مگن رہتا ہے۔ انسان کے لیے لائبریریاں اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیشہ کارآمد ثابت ہوئیں۔ درحقیقت لائبریریاں صدقۂ جاریہ کا درجہ ہیں۔ لائبریری ایک مشترکہ سرمایہ ہوتی ہے۔ یہاں مہنگی سے مہنگی کتابیں خواہ امیر ہو یا غریب آسانی سے ہر ایک کو مل جاتی ہیں۔ کتابیں ہمیشہ

سے انسان کی بہترین ساتھی رہی ہیں۔ مطالعہ، غم اور اُداسی کا بہترین علاج ہے۔ مطالعہ انسان کے اندر اچھے خیالات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

بڑی لائبریریوں میں ہر مزاج اور ہر معیار کی کتابیں ہوتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ صرف عالم فاضل لوگ ہی جا کر مطالعہ کریں، بچوں اور نوجوانوں میں مطالعہ کا شوق پیدا ہونا چاہیے۔ ہمارا ملک ترقی پذیر ممالک میں شامل ہے، اس لیے ملک و قوم کی ترقی کے لیے علم کو فروغ دینا بہت ضروری ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہو گا جب علم کو پھیلانے کے لیے لائبریریوں کا قیام عمل میں آئے گا اور ہر عمر کے لوگ ان سے فائدہ اُٹھائیں۔

## ہوا میں محل

کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری، کراچی

سردیوں کے موسم میں ایک مسافر لمبا سفر طے کرتے ہوئے جنگل کی طرف جا رہا تھا۔ جنگل میں پہنچا تو اس کو سگرٹ کی طلب محسوس ہونے لگی۔ تو اس نے جیب سے سگرٹ اور ماچس کی ڈبیا نکالی۔ ڈبیا دیکھ کر وہ مایوس ہو گیا۔ ڈبیا میں صرف دو ہی تیلیاں موجود تھیں۔ اس نے پہلی تیلی جلائی تو وہ ہوا سے بجھ گئی۔ جب وہ دوسری اور آخری تیلی جلانے لگا تو اس نے سوچا کہ اگر میں نے یہ تیلی جلائی اور یہ جل گئی تو میں سگرٹ سلگا لوں گا اور اگر سگرٹ کی جلتی ہوئی راکھ اس خشک گھاس پر گر گئی تو گھاس چوں کہ خشک ہے، اس لیے جلد ہی آگ پکڑ لے گی اور دیکھتے ہی دیکھتے آگ کے بڑے بڑے شعلے بن جائیں گے اور میری طرف آنے لگیں گے۔ میں تیزی سے دوڑوں گا۔ آگ ہرے بھرے درختوں کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ افسوس! میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔ میں کوئی جگہ نہ پاتے ہوئے پہاڑ کی طرف دوڑوں گا۔ غریب کسانوں کے مویشی جل کر مر جائیں گے۔ کسان بھاگ رہے ہوں گے۔ یہ خوب صورت جنگل ہوا اور آگ کے زور سے جل کر راکھ

ہو جائے گا۔ آہ! کتنا خوف ناک منظر ہو گا۔

''شکر خدا کا میں بچ گیا۔'' اس نے کہا اور سگرٹ اور تیلی اپنی جیب میں رکھ کر آگے چل پڑا۔

## جیسی کرنی ویسی بھرنی

سیدہ مہ لقا زیدی، کراچی

کسی گاؤں میں ایک شخص رہتا تھا جو بہت امیر تھا، لیکن اس کے اندر گھمنڈ بالکل نہیں تھا۔ ایک دن اچانک اس کے گھر میں ڈاکا پڑ گیا۔ مکان بیچ کر قرض اُتارا اب اس کے پاس کچھ بھی نہ بچا تو اس نے لکڑیاں کاٹنے کا کام شروع کر دیا۔ وہ لکڑیاں کاٹتا اور جو آمدنی ہوتی اس سے گھر چلاتا۔ ایک دن اس کی لکڑیاں فروخت نہیں ہوئیں تو وہ بہت مایوس ہوا۔

اتفاق سے دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ جنگل میں بیٹھا زمین پر کلہاڑی مارتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اب گھر کا خرچ کیسے چلے گا۔ اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین میں کوئی نرم سی چیز دبی ہوئی ہو۔ اس نے زمین کھودنی شروع کر دی۔ دیکھا کہ اس کا سارا زیور ایک گٹھڑی میں چھپا ہوا تھا۔ وہ بہت خوش ہوا اور اپنا سامان گھر لے گیا۔ اس کی بیوی بھی بہت خوش ہوئی۔ رات کو ڈاکوؤں نے جب سارا سامان غائب پایا تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا شاید بزرگ صحیح کہتے ہیں کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

## جادوئی قلم

مریم احمر، لاہور

احمد اسکول سے گھر آ رہا تھا کہ اسے راستے میں ایک سنہری قلم پڑا مل گیا۔ گھر پہنچ کر اس نے اسکول کا کام کرنا شروع کیا اور بستے میں سے کاپی نکال کر قلم پکڑا تو قلم نے خود بخود لکھنا شروع کر دیا۔ احمد حیران ہو گیا کہ یہ تو جادوئی قلم ہے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنے سارے ہوم ورک خود کرنے چھوڑ دیے۔ وہ قلم کاپی پر رکھتا تو وہ اس کا سارا ہوم ورک کر دیتا۔ وہ بہت خوش تھا۔

پہلی سہ ماہی گزر گئی، لیکن اس نے کچھ نہیں پڑھا۔ جب امتحان کا نتیجہ نکلا تو اس نے بہت اچھے نمبر حاصل کیے۔ یہ سب جادوئی قلم کا نتیجہ تھا۔ دوسری سہ ماہی میں بھی جادوئی قلم کی مدد سے اس نے بہترین نمبر حاصل کیے۔

ایک دن احمد اسکول سے اپنی نانی کے گھر گیا۔ وہاں پر اس کے بہت سے رشتے دار آئے ہوئے تھے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے جلدی سے اپنے سارے ہوم ورک جادوئی قلم کی مدد سے کر لیے۔ جلدی میں احمد اپنا جادوئی قلم کہیں رکھ کر بھول گیا اور کھیلنے کے لیے باہر چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ اس کا جادوئی قلم اس کے بستے میں نہیں ہے۔ احمد نے جادوئی قلم پورے گھر میں تلاش کیا، لیکن اسے کہیں نہیں ملا۔ وہ پریشان ہوگیا، کیوں کہ اس کے سالانہ امتحان سر پر تھے اور اس نے کچھ تیاری نہیں کی تھی۔

استادوں کو اس سے بہت اُمید تھی کہ احمد بہت اچھے نمبر لے گا، لیکن ایسا نہ ہوا۔ احمد سالانہ امتحان میں فیل ہوگیا، کیوں کہ اس نے کچھ پڑھا نہیں تھا۔ اسے بہت افسوس ہوا۔ احمد نے اس سے یہ سبق حاصل کیا کہ ہمیں کام سے دل نہیں چرانا چاہیے اور ہر کام محنت سے کرنا چاہیے۔

## انقرہ

پیکر بہار، مکران

ترکی کا دارالحکومت انقرہ ایک خوب صورت اور تاریخی شہر ہے۔ انقرہ سطحِ سمندر سے آٹھ سو پچاس میٹر بلند ہے۔ انقرہ کے قریب سرسبز و شاداب زرعی زمین اور جنگلات واقع ہیں۔ انقرہ صدیوں تک مختلف تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ یہاں کی ثقافتی زندگی رنگا رنگ اور دل چسپ ہے۔

ریڈیو انقرہ سے اردو سمیت بہت سی زبانوں میں پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ انقرہ میں مختلف تہوار منائے جاتے ہیں، جن میں نونہالوں کا تہوار بھی شامل ہے۔ یہ شہر ترکی کا سیاسی، اقتصادی اور تجارتی مرکز بھی ہے۔☆

## جوابات معلومات افزا - ۲۱۸

سوالات فروری ۲۰۱۴ء میں شایع ہوئے تھے

فروری ۲۰۱۴ء میں معلومات افزا - ۲۱۸ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کی تعداد اچھی خاصی ہے، اس لیے قرعہ اندازی کے ذریعے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے اور ان کو انعامی کتاب بھیجی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام بھی شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ ''اسرائیل'' حضرت شعیبؑ کا لقب ہے۔
۲۔ حضرت صالحؑ قوم ثمود پر پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔
۳۔ قیامِ پاکستان کے بعد امریکا میں پاکستان کے پہلے سفیر مرزا ابوالحسن اصفہانی تھے۔
۴۔ پاکستان ٹیلی وژن کا سب سے مقبول اور طویل معلوماتی پروگرام نیلام گھر ہے۔
۵۔ پاکستان کے نامور مصور آذر زوبی کا اصل نام عنایت اللہ تھا۔
۶۔ ۱۳ فروری ۷۳ء سے ۲۹ فروری ۷۶ء تک بیگم رعنا لیاقت علی خاں سندھ کی گورنر رہیں۔
۷۔ بنو عباس کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر المنصور، خلافت عباسیہ کے بانی ابوالعباس السفاح کے بھائی تھے۔
۸۔ ہندستان میں ترکی کی حمایت میں تحریکِ خلافت ۱۹۱۹ء میں شروع کی گئی تھی۔
۹۔ ۱۴۵۱ء سے ۱۵۲۶ء تک ہندستان میں لودھی خاندان کی حکومت رہی۔
۱۰۔ افریقی ملک انگولا کا دارالحکومت لوانڈا ہے۔
۱۱۔ مشہور سیاح مارکو پولو سترہ برس منگول شہنشاہ قبلائی خان کے دربار میں رہا۔
۱۲۔ ۱۹۷۳ء میں بھارتی ریاست میسور کا نام بدل کر ''کرناٹک'' رکھا گیا۔
۱۳۔ ''دریائے لطافت'' مشہور شاعر اور ادیب انشا اللہ خاں انشا کی کتاب کا نام ہے۔
۱۴۔ ''سوزن'' فارسی زبان میں سوئی کو کہتے ہیں۔
۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت یہ ہے: ''دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔''
۱۶۔ سیماب اکبر آبادی کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

کہانی میری رودادِ جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے، اسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے۔

## قرعہ اندازی میں انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: سیدہ اریبہ بتول، شہزاد احمد خان، سید بلال خلیق الرحمٰن، یوسف کریم،، سیدہ عائشہ خلیق الرحمٰن ☆ حیدر آباد: عائشہ ایمن عبداللہ ☆ میر پور خاص: طٰحہٰ محمد اکرم ☆ شہید بے نظیر آباد: فردا سعید خانزادہ ☆ لاہور: وہاج عرفان، امتیاز علی ناز ☆ کوئٹہ: زینب بلوچ ☆ فیصل آباد: محمد عبداللہ ضیاء ☆ ملتان: عروبہ رضوان ☆ راولپنڈی: محمد ارسلان ساجد ☆ پشاور: شاہ زیب اسلم خان۔

## ۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے کام یاب نونہال

☆ کراچی: کومل فاطمہ اللہ بخش، محمد فائز سلمان، عائشہ عثمانی، محمد شارف کامران، رضی اللہ خان، سید عفان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، ہانیہ شفیق، اریبہ آصف، سبیلہ کرن، اریبہ امجد رندھاوا، سیدہ سالکہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، سیدہ اسماء ندیم، بشریٰ شاہنواز، ناعمہ تحریم، علیزہ عبداللہ، فاطمہ نور، کرن مرسلین، محمد صہیب علی، اسماء ارشد، علیزہ سہیل ☆ حیدر آباد: ماہ نور ☆ میر پور خاص: بلال احمد ☆ سانگھڑ: چوہدری منیب احمد رندھاوا، محمد ثاقب منصوری ☆ شہید بے نظیر آباد: شاہین شبیر خانزادہ، منور سعید خانزادہ راجپوت ☆ ٹنڈو الہیار: کرن نذیر محمد مغل ☆ رحیم یار خان: ردا صدیقی ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ بھکر: ایمان فہمید تکوکر ☆ اٹک: فرح اسلام۔

## ۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: ثمین بلال، عبہر کامران، سید سبطین احمد، محمد سلمان شاہد، محمد فوزان، محمد زیان خان ☆ حیدر آباد: ثمین فاطمہ، ملائکہ خان، سید محمد عمار حیدر ☆ ٹنڈو الہیار: شازمہ اختر، مدثر اختر ☆ میر پور خاص: ثمینہ محمد علی سیال، نازش محمد اکرم، دُرِ عدن ☆ فیصل آباد: زینب مبشر بٹ، زینب ناصر ☆ لاہور: سمیع الرحمٰن، صفی الرحمٰن، اریبہ صابر، شاہین احمد ☆ راولپنڈی: طلال طارق، عروج عبداللہ ☆ خوشاب: قمر الزماں، مختار احمد ☆ پشاور: حانیہ شہزاد، محمد حمدان ☆ ملتان: زوبیہ عثمان ☆ سکھر: عائشہ طارق خان ☆ عمر کوٹ: عبدالرحمٰن قائم خانی ☆ جہلم: محمد افضل ☆ کرک: رومین زمان، دختر نور زمان۔

## ۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: ملیحہ تبسم، سیدہ نمیرہ مسعود، شاہ محمد ازہر عالم، محمد آصف انصاری، محمد باسل خان ☆ حیدر آباد: بشارہ سید، اریبہ انجم ☆ ٹنڈو الہیار: حنا داد محمد بلوچ، حافظہ ماہ نور داد محمد بلوچ ☆ نواب شاہ: حفصہ محمد اشرف شیخ، جمنی شیخ، ماہ نور شیخ ☆ ملتان: راؤ محمد طلال صفدر، فروا شناور ☆ جامشورو: حافظ مصعب سعید ☆ سامارو: محمد جہانگیر قائم خانی ☆ ٹمباری: عبدالرزاق سموں ☆ سکرنڈ: صادقین ندیم خانزادہ ☆ لاڑکانہ: نعیم جتوئی ☆ لاہور: فاطمہ اشرف ☆ ساہیوال: خدیجۃ الکبریٰ ☆ بھکر: محمد مجیر خان ☆ صوابی: فرحین علی خان۔

## ۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: حسین رضا قادری، محمد بلال صدیقی، مہوش حسین، عائشہ عمران احسن، ثمرہ اقبال احمد خان، اسریٰ خان ☆ بہاول پور: محمد اسامہ اقبال، محمد احمد شاکر ☆ کھوکی: سرفراز احمد ☆ شیخو پورہ: محمد احسان الحسن ☆ گوجرانوالہ: خدیجہ فہد ☆ گوجرہ: ولید اشرف ☆ جہلم: سیدہ مناہل حسن عابدی ☆ اٹک: اسماء عثمان ☆ مانسہرہ: زینب شاہ ☆ کوٹلی آزاد کشمیر: شہریار احمد چغتائی۔

## ۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: محمد دانش نثار، گل اشت نیر قریشی، فضل قیوم خان، فضل ودود خان، جویریہ عبدالمجید، سیدہ یمین منان خان، واجد نگینوی ☆ میر پور خاص: خنساء اکرم، سارہ اسماعیل ☆ حیدر آباد: عائشہ منیر ☆ کوٹ ادو: محمد طٰہٰ ریاست ☆ بھکر: رانا بلال احمد ☆ جہلم: راجا ثاقب محمود ثاقی جنجوعہ ☆ اسلام آباد: محمد نوفل بن اخلاق ☆ دریا خان: عبداللہ شاہ ☆ متھا خیل (کرک): پیرزادہ سید میر محمد آفتاب عالم سرحدی۔

## ۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: حافظ محمد عمر نوشاد، محمد علی حسن نواز، محمد عثمان نواز، محمد فیضان ملک، عبدالمغیث، محمد فہد الرحمٰن، محمد ذیشان، محمد عزیر ☆ کشمور: ریاض احمد کھوسو ☆ اسلام آباد: عظمیٰ خالد ☆ اٹک: ثانیہ آصف۔

☆☆☆

# نونہال لغت

| لفظ | تلفظ | معنی |
|---|---|---|
| کم اصل | کَ م اَ ص ل | کمینہ۔ نیچ ذات کا۔ ذلیل۔ نالائق۔ |
| صنم | صَ نَ م | بت۔ مورتی۔ تُنگی۔ دل بر۔ پیارا۔ |
| ناظم | نا ظِ م | منتظم۔ انتظام کرنے والا۔ کارکن۔ سیکریٹری۔ |
| مذمت | مَ ذَ مّ مَت | برائی۔ ہجو۔ |
| طبقہ | طَ ب قَہ | درجہ۔ منزل۔ آدمیوں کا فرقہ یا گروہ۔ زمین کا چھوٹا سے ٹکڑا |
| حامل | حا مِ ل | بوجھ اٹھانے والا یا لے جانے والا۔ مزدور۔ قلی۔ |
| لحظہ | لَ ح ظَہ | پل۔ لمحہ۔ پلک جھپکنے کا عرصہ۔ |
| لاشریک | لا شَ رِ ی ک | جس کا کوئی شریک نہ ہو۔ اللہ۔ |
| خیرہ | خِ ی رَ ہ | تاریک۔ اندھیرا۔ حیران، پریشان۔ جس کی آنکھوں میں چکا چوند ہو۔ |
| نصیبِ دشمناں | نَ صی بے دُش مَ ناں | دشمنوں کو نصیب ہو۔ کسی عزیز کی بیماری یا مصیبت کے وقت کہتے ہیں۔ |
| جستجو | جُ س ت جو | ڈھونڈ ڈھانڈ۔ تلاش۔ ٹٹول۔ کھوج۔ |
| توصیف | تو صی ف | وصف بیان کرنا۔ تعریف کرنا۔ مدح۔ |
| کوفت | کو ف ت | تکلیف۔ درد۔ رنج۔ ملال۔ صدمہ۔ غم۔ |
| مرشد | مُ ر شِ د | ہدایت کرنے والا۔ سیدھی راہ دکھانے والا۔ راہ نما۔ ہادی۔ پیر۔ استاد۔ چالاک۔ گرو گھنٹال۔ |
| مائل | ما ءِ ل | راغب۔ متوجہ۔ میلان رکھنے والا۔ جھکا ہوا۔ خمیدہ۔ تھوڑا سا، جیسے سیاہی مائل۔ (کالا سا) |
| خندہ پیشانی | خَ ن دَہ پے شا نی | ہنس مکھ۔ خوش مزاج۔ شگفتہ رو۔ |